عذاب برزخ

ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی رحمہ اللہ علیہ

فہرست مضامین

مضمون	صفحہ
مردہ پر عذاب وراحت کا دور کہاں گزرتا ہے؟ (قرآن)	۳
فرعون اور عمرو بن لحی الخزاعی پر جہنم میں عذاب (قرآن اور حدیث بخاری)	۴
بخاری کی حدیثیں کہ عذاب وراحت کا دور قیامت تک کہاں گزریگا۔	۴ تا ۸
شہداء کی جنت الفردوس میں نئے جسموں کے ساتھ زندگی۔ (حدیث مسلم)	۸،۹
شہداءِ بدر جنت الفردوس میں ہیں۔ (حدیث بخاری)	۹
نبی صلی اللہ علیہ وسلم قبر مدینہ میں زندہ نہیں بلکہ اللہ کے پاس (الوسیلہ مقام) میں زندہ ہیں۔ (حدیث بخاری)	۹،۱۰
ابراہیمؓ پسرِ نبی صلی اللہ علیہ وسلّم نے جنت میں دُودھ پلانے والی کا دُودھ پیا ہے۔ (حدیث بخاری)	۱۱
قرآن وحدیث کا فیصلہ کہ رُوح جسم سے نکلنے کے بعد قیامت سے پہلے جسدِ عُنصری میں واپس نہیں آ سکتی۔	۱۲
قبر میں رُوح کے مردہ جسم میں واپس آنے کے سلسلہ میں بخاری کی حدیث ''قرعِ نعال'' سے غلط استدلال۔	۱۲
بخاری کی صحیح حدیث قرع نعال کی صحیح تاویل اور غلط تاویل کا رَد۔	۱۳
حدیثِ قرع نعال کی تشریح امام ابوحنیفہؒ اور ابن مُنیّر سے اور اعتراضات کا جواب۔	۱۴ تا ۱۷
حدیث قرع نعال کی غلط تشریح اور اُس کا رَد دلائل کے ساتھ۔	۱۷،۱۸
قلیبِ بدر اور کلام المیت علی الجنازۃ کی صحیح تاویل۔	۱۹
دوؔ قبروں پر شاخیں لگانے کا واقعہ اور اِس کی صحیح تاویل۔	۲۰
قبر دُنیا کی وسعت اور تنگی کا رَد۔	۲۱
(مسلم کی حدیث) خچر کا مشرکوں کی قبروں کے پاس بدکنا۔	۲۱
(مسلم کی حدیث) عمرو بن العاصؓ کا واقعہ۔	۲۳
(مسلم کی حدیث) موسیٰؑ کا اپنی قبر میں نماز پڑھنا۔	۲۴
(مسلم کی حدیث) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قبر والوں کے لئے دُعا کرنا۔	۲۵
عِلّیین اور سجّین اعمالناموں کے دفتر ہیں رُوحوں کے رہنے کی جگہیں نہیں۔	۲۶
قبر دنیا کے دَبانے اور پھیل جانے کی غلط روایت اور قبر دُنیا کے جنت کا باغ یا جہنم کا گڑھا ہونے کا رَد۔	۲۷،۲۸
عطیہ اور الکلبی کی شیعت اور افترا پردازی۔	۲۹،۳۰
عقیدے دوؔ نہیں ہوسکتے۔ ایک کا ماننے والا دوسرے کا، کافر ٹھیریگا اور جو لوگ بھی اللہ کی کتاب کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہ سب کے سب کافر ہیں۔ (القرآن)	۳۱
عقیدوں کے فوٹو۔ دیوبند، بریلی، ابن تیمیہ، تبلیغی جماعت، احمد بن حنبل، میاں نذیر دہلوی نواب صدیق الحسن خان، وحید الزماں، مولانا مودودی اور پیر جھنڈا صاحب۔	۳۲ تا ۳۶

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ؕ

لاریب کہ مرنے کے بعد قیامت تک قبر کا عذاب یا راحت یقینی چیزیں ہیں مگر افسوس کہ آج دُنیا والوں کی اکثریت نے اسی دُنیا کی زمین کے ایک خطّہ کو وہ قبر ماننا شروع کر دیا ہے جہاں سوال و جواب کے لئے ہر مرنے والے کو اُٹھا کر بٹھایا جاتا ہے۔ اور پھر قیامت تک اُس کے ساتھ عذاب یا راحت کا معاملہ ہوتا رہتا ہے۔ درآنحالیکہ ہر ایک جانتا ہے کہ کتنوں کو جلا کر راکھ کر دیا جاتا ہے۔ کسی کو درندہ ہڑپ کر جاتا ہے اور کوئی مچھلیوں کے منہ کا نوالہ بن جاتا ہے۔ آخر ان مرنے والوں کو کیسے اُٹھا کر بٹھایا جائے گا، کیسے سوال و جواب ہوگا اور کس طرح ان پر عذاب و راحت کا دور قیامت تک گزرے گا۔

دُوسری طرف اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ وہ ہر مرنے والے کو قبر دیتا ہے چاہے وہ زمین میں دفن کیا جائے، یا کسی درندہ کے پیٹ میں جا کر فضلہ بن جائے:

قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَآ اَكْفَرَهٗ ﴿۱۷﴾ مِنْ اَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ ﴿۱۸﴾ مِنْ نُّطْفَةٍ ؕ خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ ﴿۱۹﴾ ثُمَّ السَّبِيْلَ يَسَّرَهٗ ﴿۲۰﴾ ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ ﴿۲۱﴾ ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَهٗ ﴿۲۲﴾

(سورۃ عبس آیات: ۱۷ تا ۲۲)

ترجمہ: مارا جائے انسان (دُشمن حق)، کیسا ناشکرا ہے یہ۔ کس چیز سے اللہ نے اِس کو پیدا کیا؟ نطفہ کی ایک بوند سے، اللہ نے اس کو پیدا کیا، پھر اس کی تقدیر مقرر کی، پھر اُس کے لئے زندگی کی راہ آسان کی، پھر اُسے موت دی اور قبر عطا فرمائی۔ پھر جب اُسے چاہے گا زندہ کریگا۔

(سورۃ عبس آیات: ۱۷ تا ۲۲)

اللہ کے فرمان سے معلوم ہوا کہ ہر مرنے والے کو قبر ملتی ہے چاہے اس کی لاش کو جلا کر خاک کر دیا جائے، یا اُس کی میّت درندوں اور مچھلیوں کے پیٹ کی غذا بن جائے۔ یہی وہ اصلی قبر ہے جہاں رُوح کو دوسرے (برزخی) جسم میں ڈال کر قیامت تک رکھا جائیگا۔ اور اسی پر راحت یا عذاب کا پورا دور گزرے گا۔ اور یہ معاملہ صرف مومنوں کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ کافر، مشرک، فاسق و فاجر و منافق ہر ایک کے ساتھ یہی ہوگا۔ قرآن و حدیث کا یہی فیصلہ ہے۔ فرعون کی لاش کو اللہ تعالیٰ نے عبرت کے لئے محفوظ رکھنے کا اعلان کیا

اور پھر یہ بھی فرمایا کہ فرعون اور فرعونیوں کو صبح وشام آگ پر پیش کیا جارہا ہے اور قیامت تک پیش کیا جاتا رہے گا اور قیامت کے دن کہا جائے گا کہ اب فرعون اور اس کے پیروں کو شدید تر عذاب میں داخل کردو۔

حَتّٰىٓ اِذَآ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ ۙ قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِيْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَاۗءِيْلَ
وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝۹۰ اٰۗلْـٰٔنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ۝۹۱ فَالْيَوْمَ
نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً ۭ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ اٰيٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ ۝۹۲

(سورۃ یونس آیات: ۹۰ تا ۹۲)

ترجمہ: (فرعون اور اس کے لشکر نے موسیٰ علیہ السلام اور اُن کے ساتھیوں کا پیچھا کیا) یہاں تک کہ جب وہ (فرعون) ڈوبنے لگا (اور غیب شہود بن گیا) تو پکار اُٹھا کہ میں نے مان لیا کہ اس الٰـہ کے علاوہ کوئی دوسرا اِلٰـہ نہیں جس پر بنو اسرائیل ایمان لائے۔ اور میں نے بھی اُس کے سامنے سراطاعت خم کردیا۔ (اللہ کی طرف سے جواب دیا گیا) اب ایمان لارہا ہے حالانکہ اس سے پہلے تک تو نافرمانی کرتا رہا اور فساد پر جمارہا۔ اب تو ہم تیرے بدن کو بچائیں گے تاکہ تو اپنے بعد کے آنے والے لوگوں کے لئے نشانِ عبرت بنے حقیقت یہ ہے کہ لوگوں کی اکثریت ہماری نشانیوں سے غفلت برتی ہے۔

(سورۃ یونس آیات: ۹۰ تا ۹۲)

فرعون کی لاش عبرت کے لئے دُنیا میں، اور اللہ تعالیٰ کا سورۃ المومن میں ارشاد کہ آلِ فرعون کو صبح وشام آگ پر پیش کیا جاتا ہے:۔

فَوَقٰىهُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِ مَا مَكَرُوْا وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْۗءُ الْعَذَابِ ۝۴۵ اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ
عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا ۚ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ ۣ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ ۝۴۶

(سورۃ المومن آیات: ۴۵ تا ۴۶)

ترجمہ: آخر کار ان لوگوں نے جو بُری سے بُری چالیں اُس مومن کے خلاف چلیں، اللہ نے اُن سب سے اُس کو بچالیا۔ اور آلِ فرعون خود بدترین عذاب کے پھیر میں آگئے۔ دوزخ کی آگ ہے۔ جس کے سامنے صبح وشام وہ پیش کئے جاتے ہیں اور جب قیامت کی گھڑی آجائے گی تو حکم ہوگا کہ آلِ فرعون کو شدید تر عذاب میں داخل کردو۔

(سورۃ المومن آیات: ۴۵ تا ۴۶)

قرآن کے بیان سے معلوم ہوا کہ فرعون کی لاش اس دُنیا میں عبرت کے لئے محفوظ، اور اُس کے ساتھیوں کی لاشیں بھی اسی دُنیا میں لیکن اُن کو صبح وشام آگ پر پیش کیا جارہا ہے۔ ثابت ہوا کہ اُنکو کوئی دوسرا قیامت تک باقی رہنے والا اور عذاب برداشت کرنے والا جسم دیا گیا ہے۔ جسدِ عُنصری وہ بہرحال نہیں ہے۔

اسی طرح عمرو بن لُحی الخزاعی کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جہنم کی آگ میں اپنی انتڑیوں کو کھینچتے ہوئے

دیکھا۔ (پیٹ کے پھٹنے کے بعد)، وہ پہلا شخص ہے جس نے بتوں کے نام پر جانوروں کو چھوڑنے کی رسم (عربوں میں) رائج کی تھی۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں:-

حدثنا محمد بن ابی یعقوب
ابو عبد الله الكرمانی قال حدثنا حسان بن ابراهيم قال حدثنا يونس عن الزهری عن عروة عن عائشة قالت قال رسول الله صلى
الله عليه وسلم رأيت جهنم يحطم بعضها بعضا ورأيت عمرا يجر قصبه وهو اول من سيب السوائب۔ باب

(فوٹو: بخاری، جلد۲، عربی صفحہ ۶۶۵، مطبوعہ دہلی)

ترجمہ: ---- عائشہؓ روایت فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے جہنم کو دیکھا کہ اُس کا بعض حصہ بعض کو برباد کیے دے رہا تھا اور میں نے دیکھا کہ عمرو (ابن لحی الخزاعی) اپنی آنتوں کو کھینچ رہا تھا۔ وہ پہلا شخص (عرب) ہے جس نے بتوں کے نام پر جانوروں کو چھوڑنے کی رسم ایجاد کی تھی۔

(بخاری، جلد۲، عربی صفحہ ۶۶۵، مطبوعہ دہلی)

اسی طرح بخاری کی دُوسری روایت میں راحت وعذاب دونوں کا ذکر برزخی جسموں کے ساتھ ثابت ہے۔

باب حدثنا موسى
ابن اسمعيل قال حدثنا جرير هو ابن حازم قال حدثنا ابو رجاء عن سمرة بن جندب قال كان النبي صلى الله عليه وسلم اذا صلى
صلوٰة اقبل علينا بوجهه فقال من رأى منكم الليلة رؤيا قال فان رأى احد قصها فيقول ما شاء الله فسألنا يوما
فقال هل رأى احد منكم رؤيا قلنا لا قال لكني رأيت الليلة رجلين اتياني فاخذا بيدي فاخرجاني الى الارض المقدسة
فاذا رجل جالس ورجل قائم بيده قال بعض اصحابنا عن موسى كلوب من حديد يدخله في شدقه حتى يبلغ
قفاه ثم يفعل بشدقه الآخر مثل ذلك ويلتئم شدقه هذا فيعود فيصنع مثله قلت ما هذا قالا انطلق فانطلقنا
حتى اتينا على رجل مضطجع على قفاه ورجل قائم على رأسه بفهر او صخرة فيشدخ بها رأسه فاذا ضربه تدهده
الحجر فانطلق اليه ليأخذه فلا يرجع الى هذا حتى يلتئم رأسه وعاد رأسه كما هو فعاد اليه فضربه قلت من
هذا قالا انطلق فانطلقنا الى ثقب مثل التنور اعلاه ضيق واسفله واسع يتوقد تحته نارا فاذا اقترب
ارتفعوا حتى كادوا ان يخرجوا فاذا خمدت رجعوا فيها وفيها رجال ونساء عراة فقلت ما هذا قالا انطلق فانطلقنا حتى اتينا
على نهر من دم فيه رجل قائم وعلى وسط النهر قال يزيد ووهب بن جرير عن جرير بن حازم وعلى شط النهر
رجل بين يديه حجارة فاقبل الرجل الذي في النهر فاذا اراد ان يخرج رمى الرجل بحجر في فيه فرده حيث كان
فجعل كلما جاء ليخرج رمى في فيه بحجر فيرجع كما كان فقلت ما هذا قالا انطلق فانطلقنا حتى اتينا الى روضة
خضراء فيها شجرة عظيمة وفي اصلها شيخ وصبيان واذا رجل قريب من الشجرة بين يديه نار يوقدها فصعدا بي

الشجرة فادخلانی دارا لم ار قط احسن وافضل منها فیها رجال شیوخ وشباب ونساء وصبیان ثم
اخرجانی منها فصعدا بی الشجرة فادخلانی دارا هی احسن وافضل فیها شیوخ وشباب قلت طوفتمانی اللیلة
فاخبرانی عما رأیت قالا نعم اما الذی رأیته یشق شدقه فکذاب یحدث بالکذبة فتحمل عنه حتی تبلغ الآفاق فیصنع
به الی یوم القیمة والذی رأیته یشدخ رأسه فرجل علمه الله القرآن فنام عنه باللیل ولم یعمل فیه بالنهار یفعل به
الی یوم القیمة والذی رأیته فی النقب فهم الزناة والذی رأیته فی النهر اکلوا الربوا والشیخ الذی فی اصل الشجرة
ابراهیم والصبیان حوله فاولاد الناس والذی یوقد النار مالک خازن النار والدار الاولی التی دخلت دار
عامة المؤمنین واما هذه الدار فدار الشهداء وانا جبرئیل وهذا میکائیل فارفع رأسک فرفعت رأسی فاذا فوقی
مثل السحاب قالا ذلک منزلک فقلت دعانی ادخل منزلی قالا انه بقی لک عمر لم تستکمله فلو استکملت اتیت منزلک

(فوٹو: بخاری، صفحہ ۱۸۵، جلد ۱، مطبوعہ دہلی)

ترجمہ:۔ سمرۃ بن جندبؓ نے کہا کہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز (صبح) پڑھ لیتے تھے تو ہماری طرف رُخ کر کے پوچھتے تھے کہ تم میں سے کس نے رات خواب دیکھا ہے، پس اگر کسی نے کوئی خواب دیکھا ہوتا تو بیان کر دیتا تھا اور آپ جو اللہ چاہتا کہہ دیا کرتے۔ ایک دن آپ نے ہم سے سوال کیا کہ کیا کسی نے خواب دیکھا ہے۔ ہم نے جواب دیا کہ جی نہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا لیکن میں نے رات دیکھا کہ دو شخص میرے پاس آئے اور انہوں نے میرے دونوں ہاتھ پکڑے اور مجھے باہر نکال کر ایک ارضِ مقدس کی طرف لے گئے۔ میں دیکھتا کیا ہوں کہ ایک شخص بیٹھا ہوا ہے اور ایک شخص کھڑا ہے اور اس کے ہاتھ میں (بخاری کہتے ہیں کہ ہمارے بعض اصحاب نے موسیٰ بن اسماعیل سے روایت کی) لوہے کا آنکڑا ہے اور وہ اس کو بیٹھے ہوئے شخص کے گلپھڑے میں داخل کر کے گلپھڑے کو گُدی تک پھاڑ ڈالتا ہے پھر اس کے دوسرے گلپھڑے کے ساتھ یہی عمل کرتا ہے۔ پھر گلپھڑے جڑ جاتے ہیں۔ اور پھر وہ (کھڑا ہوا) شخص (بیٹھے ہوئے) کے ساتھ یہی معاملہ کرتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اُن سے پوچھا کہ یہ کیا ہے اُن دونوں نے کہا کہ آگے چلئے، پس ہم چلے یہاں تک کہ ایک ایسے شخص کے پاس پہنچے جو اپنی گدی کے بل لیٹا ہوا تھا اور اُس کے سر کے اوپر ایک دوسرا شخص پتھر لئے کھڑا تھا۔ اور پتھر مار کر اُس کے سر کو پھاڑ رہا تھا۔ پتھر سر پر پڑنے کے بعد ایک طرف لڑھک جاتا تھا اور پتھر مارنے والا اُس کو اُٹھانے کے لئے جاتا اور اس درمیان کہ پتھر اُٹھا کر وہ پھر واپس آئے سر پھر جڑ جاتا اور ویسا ہی ہو جاتا جیسا کہ وہ پہلے تھا۔ اب پھر وہ پہلے کی طرح پتھر کو سر پر مارتا۔ (یہ دیکھ کر) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اُن سے پوچھا کہ یہ کون ہے۔ ان دونوں نے کہا کہ آگے چلئے۔ ہم چلے اور تنور کی شکل کی نقب کے پاس آئے۔ اس نقب کے اوپر کا حصہ تنگ اور نیچے کا حصہ وسیع تھا اور اس میں آگ بھڑک رہی تھی۔ اُس نقب کے اندر برہنہ مرد اور عورتیں تھیں، جب آگ تیز ہوتی تو وہ اوپر اُٹھتے

اور باہر نکلنے کے قریب ہو جاتے اور جب دھیمی ہوتی تو پھر نیچے واپس چلے جاتے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے کہا کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ اُن دونوں نے کہا کہ آگے چلئے۔ ہم چلے یہاں تک کہ ایک نہر پر آئے جو خون سے بھری ہوئی تھی اور اس میں ایک شخص کھڑا ہوا تھا۔ اور نہر کے کنارے ایک اور شخص تھا جس کے سامنے پتھر پڑے ہوئے تھے۔ جب نہر والا شخص آگے بڑھتا اور باہر نکلنا چاہتا تو باہر والا اُس کے منہ پر پتھر مارتا اور اُس کو پھر اُس کی جگہ واپس لوٹا دیتا۔ اور ہر بار وہ نہر والے شخص کے ساتھ یہی معاملہ کرتا اور اسکو اسکی جگہ واپس لوٹا دیتا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے کہا کہ یہ سب کیا ہے اُن دونوں نے کہا کہ آگے چلئے، ہم چلے یہاں تک کہ ایک سرسبز وشاداب باغ میں پہنچے اس میں ایک بہت بڑا درخت تھا اور اُس درخت کی جڑ کے پاس ایک بزرگ اور بچے تھے اور درخت کے قریب ایک صاحب تھے جن کے سامنے آگ تھی اور وہ اُسے بھڑکا رہے تھے پھر وہ دونوں مجھے ایک درخت پر چڑھا کر ایک ایسے گھر میں لے گئے جس سے زیادہ حسین گھر میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا اُس گھر میں بوڑھے اور جوان مرد اور خواتین اور بچے تھے۔ پھر وہ مجھے اس گھر سے نکال کر ایک درخت پر چڑھا کر ایک ایسے گھر میں لے گئے جو پہلے گھر سے زیادہ حسین وجمیل تھا۔ اس میں بوڑھے اور جوان تھے۔ (نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ) میں نے کہا کہ تم دونوں مجھے رات بھر گھماتے پھراتے رہے۔ اَب بتاؤ کہ میں نے جو کچھ دیکھا وہ سب ہے کیا؟ دونوں نے کہا۔ بہتر۔ وہ شخص جس کو آپ نے دیکھا کہ اُس کے گال پھاڑے جا رہے ہیں وہ کذاب تھا۔ جھوٹی بات بیان کرتا تھا اور اس بات کو لوگ لے اُڑتے تھے یہاں تک کہ ہر طرف اس کا چرچا ہوتا تھا۔ تو اُس کے ساتھ جو آپؐ نے ہوتے دیکھا ہے وہ قیامت تک ہوتا رہیگا اور جس کو آپؐ نے دیکھا کہ اس کا سر کچلا جا رہا تھا یہ وہ شخص تھا جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کا علم دیا تھا لیکن وہ راتوں کو قرآن سے غافل سوتا رہا اور دن کو اس کے مطابق عمل نہ کیا۔ یہ عمل قیامت تک اُس کے ساتھ ہوتا رہے گا اور جن کو آپؐ نے نقب میں دیکھا تھا وہ زنا کار تھے اور جس کو آپؐ نے دریا میں دیکھا وہ سود خور تھا اور وہ شیخ جو درخت کی جڑ کے پاس تھے وہ ابراہیم علیہ السلام تھے اور بچے جو اُن کے اردگرد تھے وہ انسانوں کی اولاد تھے اور جو آگ بھڑکا رہے تھے وہ مالک داروغہ جہنم تھے اور وہ پہلا گھر جس میں آپؐ داخل ہوئے تھے وہ عام مومنین کا گھر تھا۔ اور یہ گھر شہداء کے گھر ہیں۔ اور میں جبرئیلؑ ہوں اور یہ میرے ساتھی میکائیلؑ ہیں۔ ذرا اپنا سر اُوپر تو اُٹھایئے۔ میں نے (نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے) اپنا سر اُٹھایا تو میں نے اپنے سر کے اوپر ایک بادل سا دیکھا۔ ان دونوں نے کہا کہ یہ آپؐ کا گھر ہے۔ میں نے (نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے) کہا کہ مجھے چھوڑ دو کہ میں اپنے گھر میں داخل ہو جاؤں، ان دونوں نے کہا کہ ابھی آپؐ کی عمر کا کچھ حصہ باقی ہے جس کو آپؐ نے پورا نہیں کیا ہے اگر آپؐ اس کو پورا کرلیں تو اپنے اس گھر میں آ جائیں گے۔

(ترجمہ عبارت: صفحہ ۱۸۵، صحیح بخاری، جلد ا، مطبوعہ دہلی)

اس طرح امام بخاری نے ثابت کر دکھایا کہ وفات کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم عائشہؓ کے حجرہ والی قبر میں نہیں، بلکہ جنّت کے سب سے اچھے گھر میں زندہ ہیں۔ بخاری کی اس حدیث سے بہت سی باتیں سامنے آ گئیں۔

(۱) روحوں کو جسم (برزخی) ملتا ہے اور رُوح اور اس جسم کے مجموعہ پر راحت وعذاب کا دور گزرتا ہے۔

(۲) اس مجموعہ کو قیامت تک باقی رکھا جائیگا اور اس پر سارے حالات قیامت تک گزرینگے۔

(۳) یہ ایسا جسم ہے کہ اگر اس کو نقصان پہنچایا جائے تو یہ پھر بن جاتا ہے۔

(۴) دُنیا میں زنا کاروں کی قبریں مختلف ملکوں اور مختلف مقاموں پر ہوتی ہیں مگر برزخ میں اُن کو ایک ہی تنور میں برہنہ حالت میں جمع کر کے آگ کا عذاب دیا جاتا ہے اور قیامت تک دیا جاتا رہے گا۔

(۵) نیکوکار مرنے والے مردوں، عورتوں اور بچوں کو بھی جسم ملتا ہے۔

(۶) شہداء کو بھی جسم دیا جاتا ہے اور مسلم کی حدیث کے مطابق اُن کے جسم سبز رنگ کے اور اُڑنے والے ہوتے ہیں۔

مسلم کی حدیث کے مطابق اُن کے جسم:۔

ترجمہ:۔۔۔مسروقؒ نے کہا کہ ہم نے عبداللہؓ بن مسعودؓ سے قرآن کی اس آیت وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِندَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ کے بارے میں پوچھا تو اُنہوں نے کہا کہ ہم لوگوں نے اِس آیت کے بارے میں رسول اللہؐ سے دریافت کیا تو آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ شہداء کی رُوحیں سبز اُڑنے والے قالبوں میں ہیں اور اُن کے لئے قندیلیں عرشِ الٰہی سے لٹکی ہوئی ہیں۔ وہ جنت میں جہاں چاہیں گھومتے پھرتے ہیں اور پھر ان قندیلوں میں آ کر بسیرا کرتے ہیں۔ ان کی طرف اُن کے رب نے جھانکا اور ارشاد فرمایا کہ کسی اور چیز کی تمہیں خواہش ہے۔ شہداء نے جواب دیا کہ اب ہم کس چیز کی خواہش کر سکتے ہیں، جب ہمارا حال یہ ہے کہ ہم جنّت میں جہاں چاہیں مزے کریں۔ اللہ تعالیٰ نے اس طرح تین بار ان سے یہی دریافت کیا اور شہداء نے دیکھا کہ جب تک وہ کسی خواہش کا اظہار نہ کریں گے اُن کا رب اُن سے برابر پوچھتا رہے گا تو انہوں نے کہا کہ مالک ہماری تمنّا یہ ہے کہ ہماری روحوں کو پھر ہمارے جسموں میں واپس لوٹا دیا جائے اور ہم دوسری بار تیری راہ میں شہید کئے جائیں۔ اب کہ مالک نے دیکھ لیا کہ اُنہیں کسی اور چیز کی خواہش نہیں ہے تو پھر اُن سے پوچھنا چھوڑ دیا۔

(ترجمہ عبارت: صفحہ ۱۳۵ تا ۱۳۶، مسلم، جلد ۲، مطبوعہ دہلی)

امام مسلم نے یہ حدیث لا کر بہت سی باتیں بیان کر دیں۔

شہید کو نیا اُڑنے والا جسم ملتا ہے جس میں اُس کی روح ڈال دی جاتی ہے اور وہ اس جسم کے ساتھ جنت

کے مزوں میں خوش وخرّم رہتا ہے۔

شہید کا مالک اپنے عرش کے اُوپر سے اس پر التفاتِ خسروانہ فرمانے کے بعد گفتگو بھی کرتا ہے، اور اپنی خواہشات اور تمناؤں کے اظہار پر اصرار بھی، مگر جب وہ یہ آرزو کرتا ہے کہ اُس کی رُوح کو اُس کے دنیاوی جسم میں واپس لوٹا دیا جائے تا کہ وہ ایک بار پھر اس کی راہ میں جہاد کر کے شہادت کی سعادت مندی حاصل کرے تو اس کا مالک اپنی سنّت کو نہیں بدلتا اور اُس کی اِس خواہش کو بھی پورا نہیں کرتا جس کے اظہار کا خود اُس نے اس سے بار بار تقاضہ کیا تھا۔

شہید جنّت میں زندہ بھی ہے اور اپنے مالک کے پاس کھاتا پیتا بھی۔

بخاریؒ یہی بات ثابت کرنے کے لئے کہ شہداء جنّت الفردوس میں زندہ ہیں (حارثہ بن سراقہؓ) کا واقعہ لائے ہیں:

ترجمہ:۔ **باب۔ غزوہ بدر کے شریک کی فضیلت**

---حمید کہتے ہیں کہ میں نے انسؓ کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ حارثہؓ (ابن سراقہ) جنگ بدر کے دن شہید ہو گئے اور وہ ابھی نو جوان تھے۔ اُن کی ماں نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کے پاس آئیں اور اُنہوں نے کہا کہ آپ کو معلوم ہے کہ حارثہ میرے لئے کیا تھا۔ اگر وہ جنت میں ہے تو صبر کروں گی اور ثواب جان کر۔ اور اگر کسی دوسری جگہ ہے تو آپ دیکھیں گے کہ میں کیا کرتی ہوں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ تمہیں کیا ہو گیا ہے کیا تم سمجھتی ہو کہ جنّت ایک ہی ہے۔ جنّتوں کی تعداد کی تو کثرت ہے اور تمہارا بیٹا (حارثہؓ) تو جنّت الفردوس میں ہے۔

(ترجمہ عبارت: صفحہ ۵۶۷، بخاری، جلد۲، عربی مطبوعہ دہلی)

اور بخاری کی دوسری حدیث میں یہ بھی ہے کہ جنّت الفردوس عرشِ الٰہی کے نیچے ہے جیسا مسلم کی حدیث سے بھی معلوم ہوا تھا۔ بخاری میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ:۔

---وقال محمد بن فُليح عن ابيه وَفوقه عرش الرحمٰن (بخاری، صفحہ ۳۹۱، جلد ۱، مطبوعہ دہلی)

---اور محمد بن فُلیح اپنے باپ فلیح سے روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس کے (جنّت الفردوس کے) اوپر عرش الرحمٰن ہے۔ (بخاری، صفحہ ۳۹۱، جلد ۱، مطبوعہ دہلی)

نبی صلی اللہ علیہ وسلّم وفات کے بعد مدینہ منورہ کی قبر میں زندہ نہیں بلکہ شہداء کی جنّت الفردوس سے بھی اچھی جگہ (الوسیلہ) کے اس مقام پر زندہ ہیں جو جنت الفردوس سے اوپر اور عرشِ الٰہی سے نیچے سب سے بلند و بالا

مقام ہے۔اور اِسی بات کی مزید تاکید کے لئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کو، جنّت میں زندہ ہونے کے بجائے جو لوگ مدینہ کی قبر میں زندہ مانتے ہیں وہ غلطی پر ہیں۔ بخاری ایک اور حدیث متعدد مقامات پر اپنی کتاب صحیح بخاری میں لائے ہیں:۔

باب دعاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم اللھم الرفیق الاعلیٰ حدثنا
سعید بن عفیر قال حدثنی اللیث قال حدثنی عقیل عن ابن شہاب قال اخبرنی سعید بن المسیب
وعروۃ بن الزبیر فی رجال من اھل العلم ان عائشۃ قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول وھو صحیح
لم یقبض نبی قط حتی یری مقعدہ من الجنۃ ثم یخیر فلما نزل بہ وراسہ علی فخذی
غشی علیہ ساعۃ ثم افاق فاشخص بصرہ الی السقف ثم قال اللھم الرفیق الاعلیٰ قلت اذا
لا یختارنا وعلمت انہ الحدیث الذی کان یحدثنا وھو صحیح قالت فکانت تلک آخر کلمۃ تکلم بھا
اللھم الرفیق الاعلیٰ باب الدعاء بالموت والحیوۃ حدثنا

(فوٹو: بخاری، صفحہ ۹۳۹، جلد۲، مطبوعہ دہلی)

ترجمہ: باب:۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کی دُعا۔ اللّٰھمّ الرفیق الأعلٰی

۔۔۔سعید بن مسیبؒ اور عروۃ بن الزبیرؒ اور بہت سے اہل علم بیان کرتے ہیں کہ عائشہؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم تندرستی کے زمانہ میں فرمایا کرتے تھے کہ کسی نبی کو کبھی بھی وفات نہیں دی جاتی جب تک اُسے جنّت میں اُس کا مقام دِکھا نہیں دیا جاتا۔

مقام دکھا دیئے جانے کے بعد اُس کو انتخاب کا موقع دیا جاتا ہے (کہ چاہے دُنیا میں رہے اور چاہے تو اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو ترجیح دے) پس جب آپ کا آخری وقت آیا اور اس حال میں کہ آپ کا سر میرے زانو پر تھا آپ کو تھوڑی دیر کے لئے غش آ گیا۔ پھر آپ ہوش میں آئے اور نگاہیں اُوپر چھت کی طرف گاڑ دیں اور کہا ''اللّٰھمّ الرفیق الأعلٰی'' (اے مالک الرفیق الاعلیٰ) پس میں نے کہا، یہ کہنے کے بعد اب آپ ہم دنیا والوں (کی رفاقت) کو اختیار نہ کریں گے۔ میں نے جان لیا کہ جو بات آپ فرمایا کرتے تھے اُس کے صحیح ثابت ہونے کا وقت آ گیا۔ عائشہؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کا آخری کلمہ جس کے بعد آپ نے کوئی بات نہ کی یہی کلمہ اللّٰھمّ الرفیق الأعلٰی تھا۔

(ترجمہ عبارت: بخاری صفحہ ۹۳۹، جلد۲، مطبوعہ دہلی)

بخاری نے اس طرح واضح کر دیا کہ جو لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کو اپنی مدینہ والی قبر میں زندہ مانتے ہیں وہ گویا یہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلّم نے اللہ تعالیٰ کی رفاقت کے بجائے دُنیا والوں کی رفاقت کو ترجیح دی تا کہ دُنیا والوں کا قبر کے پاس پڑھا ہوا درود وسلام سنیں اور اُس کا جواب دیں۔ یہ عقیدہ صرف یہی نہیں کہ باطل ہے بلکہ ان لوگوں نے اپنی غلط بات ثابت کرنے کے لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کو زندہ درگور تک کر دکھایا ہے۔

اب ان دلائل کے بعد کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور شہداء اپنی دُنیاوی قبر میں زندہ نہیں بلکہ عرش الٰہی کے نیچے اپنے بہترین گھروں میں زندہ ہیں یہ کہا جانے لگتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلّم اور شہداء کی بات ہی اور ہے کسی اور کی زندگی کو جنّت میں ثابت کیا جائے۔ اِس بات کے ثبوت میں بخاریؒ نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کے بیٹے ابراہیمؑ کا واقعہ لائے ہیں۔

حدثنا ابو الولید قال حدثنا شعبۃ عن عدی بن ثابت انہ سمع البراء بن عازب قال لما توفی ابراھیم قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان لہ مرضعا فی الجنۃ

(فوٹو: بخاری، جلد ۱، صفحہ ۱۸۴، مطبوعہ دہلی)

ترجمہ: البراء بن عازبؓ روایت کرتے ہیں کہ جب ابراہیمؑ کی وفات ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُس کے لئے جنت میں ایک دودھ پلانے والی ہے۔

(بخاری، جلد ۱، صفحہ ۱۸۴، مطبوعہ دہلی)

اس حدیث سے ابراہیمؑ کا جنّت میں موجود ہونا اور ایسے جسم کے ساتھ جو چھاتی سے دودھ کھینچ سکے اسی طرح ثابت ہوا جیسے گزری ہوئی بخاری کی حدیث سے یہ ثابت ہوا تھا کہ عمرو بن لحی الخزاعی جہنّم میں اپنی آنتوں کو گھسیٹ رہا تھا۔ یہ نہیں کہ دنیاوی قبر کے اندر دُودھ پلانے والی مہیا کر دی گئی ہے۔

اب کوئی بتائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلّم، شہداء اور سارے انسان اگر روح کے واپس آ کر مُردہ جسم عُنصری سے مل جانے کے بعد اپنی دُنیاوی قبروں میں زندہ ہیں تو جنّت اور جہنم میں کیسے زندہ ہو سکتے ہیں۔ کیا دوؔ روحیں، ہر انسان کے ہوتی ہیں کہ ایک جنّت یا جہنّم میں اور دوسری قبر دُنیا میں مرے ہوئے جسم کے ساتھ وابستہ رہے۔ یا تھوڑی رُوح برزخ کے جسم سے وابستہ رہے اور باقی دنیا والی قبر میں آ کر مردہ جسم سے مل جائے اور دونوں جگہ زندگی پیدا کر دے۔

ان ساری صحیح حدیثوں نے بتلا دیا کہ سچی بات تو یہ ہے کہ جو شخص بھی وفات پا جاتا ہے اُس کو حسبِ حیثیت ایک برزخی جسم ملتا ہے جس میں اُس کی روح کو ڈال دیا جاتا ہے اور اس جسم اور روح کے مجموعہ پر سوال و جواب اور عذاب و ثواب کے سارے حالات گذرتے ہیں۔ اور یہی اس کی اصلی قبر بنتی ہے قرآن اور صحیح احادیث کا بیان تو یہ ہے مگر کچھ دوسرے حضرات اِس بات پر مصر ہیں کہ نہیں، ہر مرنے والے کی رُوح اسی دنیاوی جسم میں لوٹا دی جاتی ہے اور یہی جسم قبر میں پھر زندہ ہو جاتا ہے اور برابر زندہ رہتا ہے۔ اگر کہا جائے کہ مردہ کا جسم ریزہ ریزہ ہو جائے یا آگ اسے جلا کر خاکستر کر دے تو جلا دیا جانے والا کافر تو عذاب سے بچ گیا۔ اُس کے دونوں کانوں کے درمیان گرز کیسے مارا جائے گا اور عذاب کا دور اس پر کیسے گذرے گا تو اللہ کی قدرت اور

إِنَّ اللهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۔ کا سہارا لیا جاتا ہے۔ سبحان اللہ، اللہ کی قدرت سے کس کو انکار ہے لیکن قدرت کے ساتھ ساتھ اللہ کی ایک نہ بدلنے والی سنت بھی تو ہے۔ اُس کو نظر انداز کر دینا بھی تو اچھا نہیں۔

قرآن و بخاری و مسلم کی احادیث نبویؐ کے فیصلہ کے برخلاف اَب جو یہ کہا جانے لگا ہے کہ رُوح نکلنے کے بعد اسی دُنیاوی قبر کے مردے میں واپس لوٹا دی جاتی ہے اور یہ مردہ زندہ ہو جاتا ہے۔ دیکھنے اور سننے لگتا ہے۔ اور اس قبر میں اس زندہ ہو جانے والے مردے پر عذاب اور راحت کا پورا دور قیامت تک گزرے گا۔ تو یہ سب کچھ قرآن کی آیات اور صحیح احادیث نبویؐ کی ایسی تفسیر اور تشریح کے ذریعہ کیا جاتا ہے جس سے نصوصِ قرآنی کا انکار اور احادیث نبویؐ کی تکذیب لازم آتی ہے۔ پھر اپنی ان تاویلات کی حمایت میں منکر روایتوں کا پورا زور لاڈالا جاتا ہے۔

انصاف کا تقاضہ ہے کہ ان حضرات کی ایک ایک بات کا جواب دے کر حق کو واضح کر دیا جائے تاکہ جس کو زندہ رہنا ہے وہ حقیقت جان کر زندہ رہے اور جسے مرنا ہے وہ حق بات سے بے خبر رہ کر نہ مرے۔ سب سے پہلے اپنی اس بات کے ثبوت میں کہ یہی دنیاوی قبر کا مردہ زندہ ہو جاتا ہے، بخاری کی صحیح حدیث کو پیش کر کے کہا جاتا ہے کہ دیکھو یہ دفن کیا جانے والا مردہ اپنے دفنا کر جانے والے لوگوں کی چاپ سنتا ہے، اُس کو اُٹھا کر بٹھا دیا جاتا ہے اور سوال و جواب شروع ہو جاتا ہے۔

کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ کا تو ارشاد ہے کہ مرنے کے بعد ہر مرنے والے کی رُوح صرف قیامت کے دن ہی اُس کے دنیاوی جسم کو "عَجْبُ الذَّنَبْ" پر بنا کر اُس میں لوٹائی جائے گی اور چند استثنائی جسموں کے علاوہ چاہے وہ فرعون جیسے ظالموں کے ہی کیوں نہ ہوں مٹی سب کو کھا لیتی ہے۔ اب جس کافر کو جلا کر راکھ کر دیا جائے یا صرف اُس کے جسم کے بعض ٹکڑوں ہی کو دفن کیا گیا ہو اس کو کیسے اُٹھا کر بٹھایا جائے گا، وہ کیسے چاپ سنے گا اور کیسے اُس کے کانوں کے درمیان گرز کی چوٹ لگائی جائے گی۔ اور کیا ایک کافر جس کو جلا دیا گیا ہے قیامت تک اس عذاب سے بچا رہے گا۔ تو جواب نہیں ملتا۔ لیکن بخاری کی حدیث کے غلط معنوں پر اصرار ختم نہیں ہوتا۔ قرآن کا ارشاد ہے کہ:۔

ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ ﴿۱۵﴾ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ ﴿۱۶﴾ (سورۃ المومنون آیات ۱۵ تا ۱۶)

پھر اس (زندگی) کے بعد تمہیں موت آ کے رہے گی اور اس کے بعد قیامت کے دن تم پھر اُٹھائے جاؤ گے۔

(ترجمہ: سورۃ المومنون آیات ۱۵ تا ۱۶)

اس آیت سے تو معلوم ہوا کہ ہر مرنے والے کو قیامت کے دن اُٹھایا جائے گا پھر قیامت سے پہلے مرنے

والا اس قبر کے اندر کیسے زندہ ہو جاتا ہے اور اس طرح قبر میں زندہ ہو جانے کے بعد آخر اسے پھر موت کب آتی ہے اور اِن تین۳ زندگیوں کے ثبوت میں آخر دلیل کیا ہے تو خاموشی چھا جاتی ہے۔ قرآن کی طرح بخاری کی حدیث بھی یہی بیان کرتی ہے کہ دنیاوی جسم کو مٹی کھا لیتی ہے اور صرف قیامت کے دن عجب الذنب پر یہ جسم عنصری پھر بنے گا اور میدانِ محشر میں فیصلہ کے لئے حاضر کیا جائے گا۔

ترجمہ:۔ **باب۔(جس دن صور میں پھونک ماری جائے گی تم لوگ فوج درفوج آؤ گے)**

۔۔۔۔ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ صور کی دو پھونکوں کے درمیان چالیس کا وقفہ ہوگا۔ پوچھنے والے نے کہا کہ چالیس دن کا وقفہ؟ ابو ہریرہؓ نے جواب دیا کہ نہیں کہہ سکتا۔ پھر کہنے والے نے کہا چالیس مہینوں کا وقفہ۔ کہا کہ یہ بھی نہیں کہہ سکتا۔ پوچھنے والے نے پھر کہا کہ کیا چالیس سال کا وقفہ۔ ابو ہریرہؓ نے جواب دیا کہ یہ بھی نہیں کہہ سکتا۔ لیکن اس بات کو (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سنا ہے) کہ اس وقفہ کے بعد اللہ تعالیٰ آسمان سے بارش برسائے گا اور لوگ اس طرح اُگ پڑیں گے جیسے سبزہ اُگتا ہے۔ انسان کے جسم میں کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو برباد نہ ہو جائے سوائے ایک ہڈی "عجب الذنب" کے، اور اُسی سے جسمِ انسانی کو پھر بنایا جائے گا۔ (صفحہ ۷۳۵، بخاری، مطبوعہ دہلی)

آخر جب قیامت سے پہلے رُوح واپس ہی نہیں لوٹتی اور مٹی جسم کو برباد کر دیتی ہے۔ تو اُس دنیاوی قبر کے مردہ سے سوال جواب کیسا اور بغیر رُوح کے مردہ کا احساسِ راحت والم اور اُس کی چیخ و پکار کیا معنی؟

مناسب ہوگا کہ بخاری کی جس صحیح حدیث سے یہ معنی نکالے جاتے ہیں اُس پر پوری طرح غور کر لیا جائے اور دیکھا جائے کہ اُس کی کیا کیا شرحیں کی گئی ہیں۔ **پہلی شرح یہ ہے:**

(۱) دفن کئے جانے والے مردہ کا حساب و کتاب اتنی جلدی شروع ہو جاتا ہے کہ اگر وہ زندہ ہوتا تو دفنا کر جانے والے لوگوں کے جوتوں کی آواز سن سکتا تھا یعنی وہ ابھی پلٹ کر اتنی دور بھی نہیں گئے ہوتے ہیں کہ برزخ میں اُس کا حساب و کتاب شروع ہو جاتا ہے۔

یہ تشریح اس بنیاد پر ہے کہ مُردہ بہرحال مُردہ ہے سُننا سُنانا اس کے بس کی بات نہیں۔ اُسے تو کوئی کچھ بھی نہیں سُنا سکتا۔ جوتیوں کی آواز ہو یا کوئی اور بات، چاہے وہ اللہ کے آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہی کیوں نہ ہوں۔

إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَىٰ (النمل، آیت ۸۰)

ترجمہ: آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے۔ (النمل، آیت ۸۰)

إِنَّ اللَّهَ يُسْمِعُ مَن يَشَاءُ ۖ وَمَا أَنتَ بِمُسْمِعٍ مَّن فِي الْقُبُورِ ﴿٢٢﴾ (فاطر، آیت ۲۲)

ترجمہ: اللہ جسے چاہتا ہے سنواتا ہے مگر (اے نبیؐ) آپ ان لوگوں کو نہیں سنا سکتے جو قبروں میں مدفون ہیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مردوں کو نہ سنا سکنے کی مجبوری کی تہمت سے اپنی ذات کو پاک کیا ہے۔ دوسرے ضرور مجبور ہیں، وہ قبر کے مردوں کو کچھ نہیں سنا سکتے۔ اس سے یہ نکالنا کہ اللہ تعالیٰ ہر مردہ کو دفنا کر جانے والے لوگوں کی جوتیوں کی چاپ سنا دیتا ہے بڑی زیادتی ہے۔ حدیث بخاری کی اُوپر والی تشریح، کہ یہ اَدبی زبان اور کنایہ ہے۔ اِمام ابوحنیفہؒ کا قول ہے۔ (تقریر جنجوھی علی مسلم، کوکب الدری، صفحہ ۲۱۹، جلد ۱)

دُوسری شرح:۔

(۲) دوسری شرح بخاری کے شارح الزین بن المنیّر کی شرح ہے جس کو ابن حجر عسقلانی اپنی بخاری کی شرح فتح الباری میں اس حدیث کی تشریح میں سب سے پہلے لائے ہیں، یہ ہے کہ حدیث میں **العبد اِذا وُضِعَ فی قبرہ وتولّی وذَھبَ اَصحابہُ. حتی اِنَّہُ لیسمَعُ قرعَ نعالِھم اَتاہُ مَلکانِ** ۔ (بندہ جب قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اُس کا معاملہ پورا ہو جاتا ہے اور اُس کے ساتھی چلے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ البتہ سنتا ہے اُن کے جوتوں کی چاپ کہ دو فرشتے اُس کے پاس آ جاتے ہیں) سے اُن دو۲ فرشتوں کی چاپ سننا مراد ہے جو (برزخ میں) اُس کے پاس سوال و جواب کے لئے آتے ہیں۔

الزین بن المنیّر پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ فرشتے تو دو۲ ہوتے ہیں اور ضمیرِ جمع **ھُم** "**نعالھم**" استعمال ہوئی ہے "**نِعالھما**" ہونا چاہیئے تھا۔ جواب میں کہا جاتا ہے کہ عربی زبان میں دونوں طریقے رائج ہیں تثنیہ دو۲ کے لئے جمع کا استعمال عام ہے جیسے قرآن کی آیت ہے:

قَالَ كَلَّا ۖ فَاذْهَبَا بِآيَاتِنَا ۖ إِنَّا مَعَكُم مُّسْتَمِعُونَ ﴿١٥﴾ (آیت ۱۵، الشعراء)

ترجمہ: "فرمایا" ہرگز نہیں، تم دونوں جاؤ ہماری نشانیاں لیکر، ہم تمہارے ساتھ سب کچھ سنتے رہینگے۔

فَاذْھَبَا میں تثنیہ کی ضمیر ہے اور **مَعَکُم** میں جمع کی۔

اسی طرح بخاری کی حدیث خضر میں یہ الفاظ ہیں:

فَمرَّتْ بھِمَا سفینۃٌ فکلّموھم اَن یحملوھما

ترجمہ: پس گزری ان دونوں (موسیٰؑ خضرؑ) کے پاس سے ایک کشتی پس اُنہوں (جمع کا صیغہ) نے کشتی والوں سے بات کی کہ وہ اُن دونوں کو کشتی پر سوار کر لیں۔ (بخاری عربی جلد ۱، صفحہ ۲۳، سطر ۱۵، ۱۶)

فکلّموھم کے ساتھ ساتھ **فکلّماھم** بھی بخاری کی روایت میں ہے مگر حاشیہ پر اور نسخہ کے طور پر متن میں **فکلّموھم** کو ہی ترجیح دی گئی ہے جو (تثنیہ) کے بجائے جمع کا صیغہ ہے۔

دوسرا اعتراض یہ ہوتا ہے کہ **حتی اِنّہٗ لَیَسْمَعُ قَرعَ نِعَالِھِم اَتَاہُ ملکانِ** میں "**نِعَالِھم**" اگر

"مَلِکَان"، سے متعلق آیا ہے تو اسم "مَلِکَان" سے پہلے اُس کی ضمیر "دھم"، کیسے آ گئی، اس کا جواب یہ ہے کہ عربی ادب کا یہ قاعدہ ہے کہ اگر بات بالکل صاف ہوتی ہے اور سننے والے کے غلطی کرنے کا کوئی اندیشہ نہیں ہوتا تو پہلے اسم کا ذکر نہیں کیا جاتا اور صرف اُس کی ضمیر لے آئی جاتی ہے۔ جیسے قرآن میں ہے:

إِنَّآ أَنشَأْنَٰهُنَّ إِنشَآءً ﴿٣٥﴾ فَجَعَلْنَٰهُنَّ أَبْكَارًا ﴿٣٦﴾ (الواقعہ، آیت ۳۵۔۳۶)

ترجمہ: ہم نے اُن کو (اُن کی بیویوں کو) ایک خاص اُٹھان سے اُٹھایا ہے اور ہم ان کو رکھیں گے کنواریاں۔

(الواقعہ، آیت ۳۵۔۳۶)

یا سورۃ یٰس میں: وَمَا عَلَّمْنَٰهُ ٱلشِّعْرَ وَمَا يَنۢبَغِى لَهُۥٓ (یٰس، آیت ۶۹)

ترجمہ: اور ہم نے اُن کو شعر کی تعلیم نہیں دی۔ اور یہ اُن کے شایانِ شان بھی نہیں۔ (یٰس، آیت ۶۹)

اب آخر میں فن دینداری کے حربے استعمال کرتے ہوئے ارشاد فرمایا جاتا ہے کہ کیا فرشتے جوتیاں پہنتے ہیں؟ زبان و اَدب میں حقیقت و مجاز کے باب کی وُسعت کسے معلوم نہیں۔ اسد اللہ (اللہ کا شیر) کسی مومن کی بہادری کے اظہار کے لئے ہوتا ہے اب اگر کوئی یہ کہنے لگے کہ شیر کے تو دُم ہوتی ہے اُس کی دُم کدھر ہے۔ یا کوئی سیف اللہ (اللہ کی تلوار) کے معنی اصلی تلوار لے لے تو بہرحال خالد بن ولیدؓ نہ تو فولاد کے بنے ہوئے تھے اور نہ اُن کے دستہ تھا نہ دھار تھی۔

اور فرشتے اگر جوتے بھی پہن لیں تو کیا قیامت آ جائے گی۔ جب بخاری اور مسلم کی احادیث میں آ گیا کہ فرشتے لباس بھی پہنتے ہیں اور ہتھیار بھی لگاتے ہیں تو آخر جوتیاں پہننے میں کیا بات ایسی ہے کہ اُس کی ہنسی اُڑائی جائے۔

فرشتوں کا آلاتِ جنگ پہننا

موسیٰ قال اخبرنا عبد الوھاب حدثنا خالد عن عکرمۃ عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یوم بدر ھذا جبرئیل اٰخذ برأس فرسہ علیہ اداۃ الحرب باب (بخاری جلد۲، عربی صفحہ ۵۷۰)

ترجمہ: ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلّم نے بدر کے دن ارشاد فرمایا کہ یہ ہیں جبرئیلؑ اپنے گھوڑے کے سر کو پکڑے ہوئے، اور اُن کے اوپر جنگ کے ہتھیار ہیں۔ (بخاری جلد۲، عربی صفحہ ۵۷۰، مطبوعہ دہلی)

باب مرجع النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الاحزاب ومخرجہ الی بنی قریظۃ ومحاصرتہ ایاھم حدثنی عبد اللہ بن ابی شیبۃ قال حدثنا ابن نمیر عن ھشام عن ابیہ عن عائشۃ قالت لما رجع النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الخندق ووضع السلاح واغتسل اتاہ جبرئیل فقال قد وضعت السلاح واللہ ما وضعناہ اخرج الیھم قال فالی این قال ھٰھنا واشار الی بنی قریظۃ فخرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم الیھم حدثنا

(فوٹو: بخاری، جلد۲، عربی صفحہ ۵۹۰)

ترجمہ: عائشہؓ روایت فرماتی ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم خندق کے محاذِ جنگ سے واپس آئے اور ہتھیار اُتار کر غسل فرمالیا تو جبرئیل علیہ السلام اُن کے پاس آئے اور کہا کہ آپؐ نے تو ہتھیار اُتار دیئے لیکن ہم لوگوں نے ابھی تک نہیں اُتارے۔ اُن کی طرف (جنگ) کے لئے نکلئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کس طرف، جبرئیلؑ نے کہا کہ اس طرف اور بنوقریظہ کی طرف اشارہ کردیا۔ پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم اُس طرف جنگ کے لئے چلے گئے۔

(بخاری، جلد۲، عربی صفحہ ۵۹۰)

فرشتے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی کو نظر نہ آئے تب ہتھیاروں سے مسلح تھے اور جب جنگ اُحد میں سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے دیکھے تو اُن کے بدن پر سفید کپڑے تھے۔ بخاری کی حدیث ہے:

حدثنا عبدُ العزيز بن عبد الله قال حدثنا
ابراهيم بن سعد عن ابيه عن جده عن سعد بن ابي وقاص قال رايتُ رسولَ الله صلى الله عليه وسلم
يومَ اُحدٍ ومعه رجلان يقاتلان عنه عليهما ثيابٌ بيضٌ كاشدِّ القتال ما رايتهما قبلُ ولا بعدُ حدثني

(فوٹو: بخاری، جلد۲، عربی صفحہ ۵۸۰)

ترجمہ: سعد بن ابی وقاصؓ روایت کرتے ہیں کہ میں نے اُحد کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دو شخصوں کو دیکھا جو آپؐ کے دفاع میں جنگ کررہے تھے ان دونوں کے اوپر سفید کپڑے تھے اور وہ شدید جنگ کررہے تھے۔ میں نے اُن کو نہ اس سے پہلے کبھی دیکھا تھا اور نہ اُس کے بعد دیکھا۔ (ترجمہ: بخاری، جلد۲، عربی صفحہ ۵۸۰)

مسلم کی حدیث میں اس بیان کے بعد اُن کے نام جبرئیل ومیکائیل علیہما الصلوٰۃ والسلام بھی آئے ہیں۔

(مسلم عربی، جلد۲، صفحہ ۲۵۲)

بخاری و مسلم کے علاوہ دُوسری روایتوں میں تو یہاں تک آیا ہے کہ بدر وحنین میں اُن کے سروں پر رنگین عمامے تھے۔ کپڑے، ہتھیار، عمامے تو فرشتے پہن سکتے ہیں مگر جوتے نہیں پہن سکتے۔ برزخ میں انسانوں کے پاس آئیں تو لازم ہے کہ ننگے بدن، ننگے سر اور ننگے پیر آئیں ورنہ اپنے استدلال کے پائے چوبیں کی سخت بے تمکینی کا مداوا مشکل ہوجائے گا۔

ان سارے دلائل کے بعد بھی صبر نہیں ہو پاتا اور کہا جانے لگتا ہے کہ فرشتوں کی جوتیوں کی آواز کیا معنی، وہ اُڑ کر آتے ہیں چل کر تو نہیں۔ اب اگر بخاری کی "حدیثِ جبرئیل" کے یہ الفاظ سامنے رکھ دیئے جائیں انّ رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يوماً بارزاً للنّاس إذ أتاه رَجُلٌ يَمْشِىْ ...... ترجمہ: ...... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن لوگوں کے ساتھ کھلے بیٹھے تھے کہ آپؐ کے پاس ایک صاحب (جبرئیلؑ) چلتے ہوئے آئے ۔۔۔ تو کیا کرینگے۔ (بخاری تفسیر سورۃ لقمان، عربی جلد۲، صفحہ ۷۰۴)

بخاری کی اس حدیث کی تیسری شرح ان لوگوں سے منقول ہے جو قرآن اور حدیث کے فیصلہ کے بعد بھی اس بات پر مصر ہیں کہ دُنیاوی قبر کا مردہ روح کی واپسی کے بعد پھر زندہ ہو جاتا ہے اور اسی مردہ سے سوال وجواب ہوتا ہے اور اس کے بعد اسی پر عذاب وراحت کا قیامت تک کا دور گزرتا ہے۔

اور اس بات کے ثبوت میں براء بن عازبؓ سے منسوب زاذان کی اس روایت کو دلیل بناتے ہیں جس کو اہل علم نے منکر قرار دیا ہے اور بتایا ہے کہ اِس کے اصل راوی زاذان میں شیعت ہے۔اور وہ اپنے مخصوص عقیدہ کو روایت کی شکل میں لے آیا ہے (اس روایت پر تفصیلی بحث ہماری کتابوں "یہ مزار یہ میلے" اور "ایمان خالص" قسط دوم میں موجود ہے) حالانکہ بخاری کی اس صحیح حدیث کی دو اور شرحیں بھی ہیں جو نصوصِ قرآنی اور احادیث صحیحہ سے نہیں ٹکراتیں لیکن کیا کیا جائے۔ پسند بہر حال اپنی پسند ہوا کرتی ہے۔ کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے کہ مرنے کے بعد صرف قیامت کے دن انسان زندہ ہوگا:۔

ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ ﴿۱۵﴾ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ ﴿۱۶﴾ (المومنون، آیت ۱۵،۱۶)

ترجمہ: پھر اس (زندگی) کے بعد تمہیں موت آ کے رہے گی۔ اور اُس کے بعد قیامت کے دن تم پھر اُٹھائے جاؤ گے۔

آخر قبر کا مردہ قیامت سے پہلے قبر میں کیسے زندہ ہو جاتا ہے تو جواب نہیں ملتا۔

پوچھا جائے کہ:

كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۸﴾

(البقرة، آیت ۲۸)

ترجمہ: تم اللہ کے ساتھ کفر کا رویہ کیسے اختیار کرتے ہو حالانکہ تم بے جان تھے، اس نے تم کو زندگی عطا فرمائی۔ پھر وہی تمہاری جان سلب کریگا، پھر وہی تمہیں دوبارہ زندگی عطا کریگا۔ پھر تم اُسکی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

سورۃ البقرۃ کی اس آیت سے تو ثابت ہوا کہ زندگیاں تو صرف دو ہیں آخر قبرِ دنیا کی یہ تیسری زندگی آپ کہاں سے لے آئے تو چپ ہو جاتے ہیں اور بس۔

عرض کیا جائے کہ سورۃ المومن میں قیامت کے فیصلہ کے وقت کفار کہیں گے:۔

قَالُوْا رَبَّنَآ اَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَاَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوْبِنَا فَهَلْ اِلٰى خُرُوْجٍ مِّنْ سَبِيْلٍ ﴿۱۱﴾

(سورۃ المومن، آیت ۱۱)

ترجمہ: کافر کہیں گے کہ اے ہمارے رب تو نے واقعی ہمیں دو مرتبہ موت اور دو دفعہ زندگی دے دی۔ اب ہم اپنے قصوروں کا اعتراف کرتے ہیں۔ کیا اب یہاں سے نکلنے کی بھی کوئی سبیل ہے۔ (سورۃ المومن، آیت ۱۱)

بتایئے کہ دو زندگیوں اور دو موتوں کے بعد یہ تیسری زندگی اور تیسری موت کیسی، تو سنبھل کر ارشاد فرمایا

جاتا ہے کہ دیکھو کیا موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ایک مردہ کو گائے کے ٹکڑے سے مار کر زندہ نہیں کیا گیا۔ کیا عیسیٰ علیہ السلام مردوں کو زندہ نہیں کر دیا کرتے تھے، اُس شخص کی راکھ کو کیا اللہ تعالیٰ نے جمع کر کے زندہ نہیں کیا جس نے اپنی اولاد کو وصیت کی تھی کہ اُس کی لاش کو جلا کر راکھ سمندر میں بہا دیں۔ کیا یہ اِس بات کا ثبوت نہیں ہے کہ تین زندگیاں اور تین موتیں ہوتی ہیں۔ کہا جائے کہ یہ تو انبیاء کے معجزات اور اللہ کی کرشمہ کاری کی نشانیاں ہیں تو سر ہلنے لگتا ہے۔ اور ارشاد ہوتا ہے کہ رُوح کا تھوڑا سا تعلق اس قبر والے مردہ جسم سے بہرحال باقی رہتا ہے۔ پوچھا جائے کہ پھر قرآن کے اس فرمان کا کیا ہوگا کہ قبر کے مردے بالکل مردہ ہیں اُن میں جان کی رمق تک نہیں ہے۔

اَمۡوَاتٌ غَيۡرُ اَحۡيَآءٍ ۚ مردے ہیں، جان کی رمق تک نہیں ہے۔ (النحل، آیت ۲۱)

اور وَمِنۡ وَّرَآٮِٕهِمۡ بَرۡزَخٌ اِلٰى يَوۡمِ يُبۡعَثُوۡنَ ۝ (المومنون، آیت ۱۰۰)

ترجمہ: اب ان سب (مرنے والوں) کے پیچھے ایک برزخ حائل ہے دوسری زندگی کے دن تک۔ (المومنون، آیت ۱۰۰)

قرآن کی اِن آیتوں کی وضاحت کے بعد مردہ بدن سے جان کا تھوڑا سا تعلق بھی کیا معنی؟ تو منہ دیکھنے لگ جاتے ہیں۔

یاد دلایا جائے کہ قرآن تو کہتا ہے کہ کفار کا یہ کہنا کہ جب ہم مر کر مٹی بن جائیں گے، اور ہماری ہڈیاں بوسیدہ ہو جائیں گی (عِظَامًا وَّرُفَاتًا ۔ بنی اسرائیل، آیت ۴۹، ۹۸) تو پھر ہمیں کون بنا کر زندہ کرے گا، جواب میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ وہی جس نے تمہیں پہلے پیدا کیا تھا۔ اور یہ بھی کہ مٹی انسان کے جسم میں سے جو کچھ کھاتی ہے وہ سب اللہ کے علم میں ہے (سورۃ ق، آیت ۴)۔

مزید برآں بخاری اور مسلم کی حدیث جو پہلے گزر چکی ہے بیان کرتی ہے کہ ''عجب الذنب'' کے علاوہ مٹی جسمِ انسانی کی ہر چیز کو برباد کر دیتی ہے۔ اب بتایا جائے کہ قرآن وحدیث کی اس کُھلی شہادت کے بعد قیامت تک اس قبرِ دنیا کے مردہ پر عذاب و راحت کا دور کیسے گزرے گا۔ کافر، گُرز کی مار کے بعد کیسے چیختا رہے گا، کان کہاں ہوں گے جو زیارت کرنے والے مومن کا سلام سنیں اور زبان کہاں ہوگی کہ جواب دے۔ آنکھیں کس طرح دیکھیں گی اور گھر والوں کے اعمال کس کے اُوپر پیش کئے جائیں گے اور یہ جو بڑے بڑے مشہور حضرات اس بات کا عقیدہ رکھتے تھے مثلاً امام احمد بن حنبل، ابن تیمیہ و ابن قیم وغیرہ (ہماری کتاب کے آخر میں فتاوے ملاحظہ فرمایئے) اُن کی حمایت میں آپ کے پاس دلیل کیا ہے تو دلیل سامنے نہیں آتی۔ اور قلیب بدر کا تذکرہ شروع ہو جاتا ہے۔

قلیب بدر کے واقعہ کی پوری تفصیل ہماری کتاب "یہ مزار یہ میلے" میں موجود ہے۔ جہاں واضح کردیا گیا ہے کہ یہ ایک خاص واقعہ ہے، اور اس واقعہ کے بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں صرف ۲ دو رائیں ہیں۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سننے سے علم مراد لیتی ہیں اور عبداللہ بن عمرؓ اس کو معجزہ سمجھتے ہیں۔ ہر مردہ کو زندہ کر کے سننے والا بنادیا جاتا ہے۔ یہ کسی صحابیؓ کا عقیدہ نہیں تھا۔ مگر لوگوں نے کس خوبصورتی کے ساتھ خاص کو عام بنا کر اپنی من مانی بات ثابت کرنے کی راہ نکال لی۔ اگر قلیب بدر کے کفّار زندہ ہوگئے، سننے لگے تو پھر اُن کو موت کب آئے گی اور کیا ان کو تین ۳ زندگیوں اور تین ۳ موتوں سے سابقہ پیش آئیگا۔

اور اگر یہ کہا جائے کہ بخاری کی اس حدیث کا کیا جواب ہے تو خاموشی چھا جاتی ہے۔

عن عمرۃ بنت عبدالرحمن انہا اخبرتہ انہا سمعت عائشۃ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم قالت انما مر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی یہودیۃ یبکی علیہا اہلہا فقال انہم لیبکون علیہا وانہا لتعذب فی قبرہا (فوٹو: بخاری، جلد۱، صفحہ۱۷۲)

ترجمہ: عائشہؓ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک یہودیہ (عورت) پر گذرے (قبر پر نہیں) اس پر اُس کے گھر والے رو رہے تھے۔ آپؐ نے فرمایا کہ یہ لوگ اس (یہودیہ) پر رو رہے ہیں اور اُس کو اسکی قبر میں عذاب دیا جارہا ہے۔

(بخاری صفحہ۱۷۲، جلد۱)

اور مسلم میں یہ واقعہ بھی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ایک یہودی کا جنازہ گزرا اور لوگ اُس یہودی کے اوپر رو رہے تھے۔ پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ لوگ رو رہے ہیں اور اُسے عذاب ہو رہا ہے۔ (مسلم عربی صفحہ۳۰۳، جلد۱)

بخاری کی اِس حدیث سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ وہ یہودی عورت ابھی زمین کی قبر میں دفن بھی نہیں کی گئی تھی زمین کے اُوپر تھی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس یہودی عورت کو اُس کی قبر میں عذاب دیا جارہا ہے معلوم ہوا کہ یہاں قبر سے مراد برزخی قبر ہے دُنیاوی نہیں۔ اور یہی بات مسلم کی حدیث بھی ثابت کرتی ہے۔

کلام المیّت علی الجنازہ (مردہ کا کلام جنازہ پر)

بخاری کی اس حدیث کے بعد اُنھی کی دوسری حدیث کو لا کر کہا جاتا ہے کہ دیکھو مردہ کاندھے پر جب اُٹھایا جاتا ہے تو بولنے لگتا ہے۔ نیک ہے تو کہتا ہے کہ مجھے جلدی لے چلو اور برا ہے تو چیختا ہے کہ ہائے ہائے کہاں لئے جارہے ہو، بھائی اس حدیث میں تو صاف آ گیا کہ یہ مردہ ہے زندہ نہیں۔ پھر اس سے زندگی کا اثبات کیسا۔ رہا اس کا بولنا تو قرآن کی متشابہات کی طرح اس حدیث کی اصلی تاویل کسی کے پاس نہیں ہے۔

کوئی کہتا ہے کہ رُوح بولتی ہے۔ کسی کا کہنا ہے کہ یہ زبان حال کا قول ہے۔ بہر حال یہ مردہ، مردہ ہے، زندہ نہیں۔۔۔۔۔۔۔ بخاری نے بھی باب باندھ کر بتلا دیا کہ وہ اس کو مردہ مانتے ہیں بولنے والا زندہ نہیں۔

گذارش کی جائے کہ دنیاوی زندگی کی ایسی دلیل سے فائدہ جب آپ کا اپنا عقیدہ یہ ہے کہ دفن کئے جانے کے بعد ہی مردہ میں جان ڈالی جاتی ہے اور وہ زندہ ہو کر دفنا کر جانے والے قدموں کی چاپ سننے لگتا ہے۔ پھر، دفنانے سے پہلے زندہ ہو جانے کو دلیل بنانا آپ کیلئے تو مناسب نہیں ہے تو سنی ان سنی کر دی جاتی ہے۔ اور۔۔۔

دو قبروں پر ٹہنیوں کا لگایا جانا

ترکش کا ایک اور تیر چلتا ہے کہ بخاری کی یہ بھی تو حدیث ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ۲ دو مومنوں کی قبروں کے پاس سے گزرے اور آپؐ نے فرمایا کہ ان ۲ دو قبر والوں پر عذاب ہو رہا ہے اور بڑی باتوں پر نہیں (بلکہ ان باتوں پر جن کو لوگ معمولی سمجھتے ہیں) ایک پیشاب کے چھینٹوں سے احتیاط نہیں کرتا تھا اور دوسرا اِدھر کی سنی اُدھر کہتا پھرتا تھا۔ پھر آپؐ نے درخت کی ایک ہری شاخ منگوائی اور ۲ دو حصے کر کے ایک ایک حصّہ قبروں پر لگا دیا اور کہا کہ مجھے اُمید ہے کہ جب تک یہ شاخیں تر رہیں گی اللہ تعالیٰ اِن پر عذاب میں کمی رکھے گا۔ اس حدیث سے یہ نکالا جاتا ہے کہ جن قبروں پر ٹہنیاں لگائی گئیں تھیں انہیں قبروں کے اندر ان دونوں مردوں کو عذاب دیا جارہا تھا۔ اللہ کا فیصلہ ہے کہ قیامت سے پہلے مردہ جسم میں رُوح واپس نہیں آ سکتی اور ظاہر ہے کہ بغیر رُوح کے عذاب وراحت بے معنی ہیں۔ اس طرح صحیح حدیث کے غلط معنی لیکر قرآن وحدیث کو جھٹلانے کی کوشش کی جاتی ہے، اصلی بات یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اس عمل سے صحابہؓ کے ذہنوں میں اُسی بات کو راسخ کرنا چاہتے تھے جس کو آپؐ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے خطاب کر کے یوں ارشاد فرمایا تھا: يَا عَائِشَه اِيَّاكِ وَمُحَقَّرَاتِ الذُّنُوبِ فَاِنَّ لَهَامِنَ اللهِ طَالِبًا۔ (اے عائشہؓ حقیر سمجھے جانے والے گناہوں سے بھی بچنے کی کوشش کرو کیونکہ اللہ کی طرف سے فرشتے ان کو بھی لکھتے رہتے ہیں)۔ آپؐ اپنے اِس عمل سے اسی بات کو اپنے صحابہؓ کے ذہنوں میں پوری طرح محفوظ کر دینا چاہتے تھے۔ جیسے ایک لیکچر دینے والا اپنی زبان سے ایک مسئلہ بیان کرتا ہے اور ساتھ ساتھ تختۂ سیاہ پر بھی اُسی کو لکھتا جاتا ہے تاکہ کان کا سنا اور آنکھ کا دیکھا دونوں یاد رہیں۔ پھر آپؐ نے ۲ دو شاخیں لگا کر جو یہ کہا کہ مجھے اللہ سے اُمید ہے کہ جب تک یہ تر رہیں گی اُن پر عذاب میں تخفیف کی جاتی رہے گی، تو آپؐ کی یہ سنت تھی کہ اگر تعلیم وتربیت کے پیش نظر، کسی مومن کے خلاف آپؐ

کوئی بات کرتے تو کسی نہ کسی طرح اُسے نفع پہنچا کر اُس کی تلافی بھی کر دیتے۔ یہ دُعا بھی اُسی طرح کی ہے۔۔۔۔ رہا یہ کہ شاخیں دُنیاوی قبروں پر کیوں لگائیں، تو ان دُنیاوی قبروں پر اس لئے لگائیں کہ برزخ میں اپنے ساتھیوں کو لے جا کر اُن کی اصلی قبروں پر لگانا ممکن نہ تھا۔ صرف یہ بتانا تھا کہ ان قبروں میں جو مردے دفن کئے گئے تھے اُن پر برزخ میں یہ حالات گزر رہے ہیں، یہ سب اللہ تعالیٰ کی اطلاع غیب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا۔ اب اس حدیث کی من مانی تشریح کر کے اس سے یہ نکالنا کہ انہی دُنیاوی قبروں میں، دُنیاوی جسموں پر عذاب ہو رہا تھا، بڑی جسارت اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر کتاب اللہ کے جھٹلانے کا غلط الزام ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلّم کتاب اللہ کی تبیین، تشریح اور تائید کے لئے بھیجے گئے تھے اُس کو جھٹلانے کے لئے تو نہیں۔

وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۴۴﴾ (النحل ۴۴)

ترجمہ: اور ہم نے یہ قرآن آپؐ پر نازل کیا تاکہ آپؐ لوگوں کے سامنے اُس کی تشریح اور توضیح کرتے جائیں جو اُن کیلئے اُتارا گیا ہے اور لوگ غور وفکر کریں۔ (النحل ۴۴)

اسی طرح بعض انتہائی ہوشیار بریدۃ الاسلمیؓ کی وصیت پیش کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنی قبر میں کھجور کی دو ٹہنیاں رکھنے کی وصیت کی تھی۔ بخاری باب ''الجرید علی القبر'' لا کر بتلاتے ہیں کہ یہ اُنکی بات وصیت کے وقت کی ہے ورنہ عبداللہ بن عمرؓ نے جب عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ کی قبر پر خیمہ دیکھا تو حکم دیا:۔ یاغلام اِنزعهُ فانّما یُظلُّه عملهُ۔ اے لڑکے خیمہ ہٹا دے، ان کے اوپر تو صرف اُن کا عمل سایہ کرے گا، (خیمہ یا شاخ نہیں)

(بخاری عربی صفحہ ۱۸۱، جلد۱)

قبر کی وسعت و تنگی

اسی طرح ''قرع نعال'' کی بخاری کی حدیث میں قتادہ کا یہ اضافہ کہ:۔ وَذُکِرَ لَنَا انّهٗ یُفسَحُ لهٗ فی قبرہ (ہم سے ذکر کیا گیا کہ اُس کی (مومن کی) قبر کو کشادہ کر دیا جاتا ہے) سے یہی دُنیاوی قبر مراد لینا صحیح نہیں ہے اس زمین کے حدودِ اربعہ میں اِس تغیر کی گنجائش کہاں۔ اس مسئلہ کی مزید تفصیل ترمذی کی روایت کے سلسلے میں آگے آئے گی۔

مسلم کی حدیثیں

بخاری کی حدیثوں کے بعد ''مسلم'' کی حدیثوں کو بھی اپنے غلط عقیدہ کے ثبوت میں استعمال کیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ:۔

(۱) نبی صلی اللہ علیہ وسلم چند مشرکوں کی قبروں کے پاس سے گزرے تو آپؐ کا خچر بدکا۔ آپؐ نے دریافت فرمایا

کہ یہ قبریں کن لوگوں کی ہیں۔ بتایا گیا کہ مشرکوں کی۔ اس حدیث سے یہ نکالا جاتا ہے کہ ان مشرکوں پر اُن کی انہی دنیاوی قبروں میں عذاب ہو رہا تھا اور وہ چیخ و پکار کر رہے تھے۔ اسی شور کی وجہ سے خچر بدکا تھا۔ کتنے خچر، گھوڑے اور گدھے آج بھی قبرستانوں میں چرتے رہتے ہیں، ایک نہیں بدکتا۔ دراصل یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا کیونکہ اللہ غیب کی باتوں کا اظہار اور اُس کی اطلاع صرف اپنے رسول کو دے دیتا کسی اور کو نہیں۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِي مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ (آل عمران، آیت ۱۷۹)

ترجمہ: اللہ کا یہ طریقہ نہیں ہے کہ تم لوگوں کو غیب پر مطلع کردے۔ (غیب کی باتیں بتانے کے لئے تو) اللہ اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے منتخب کر لیتا ہے۔ (آل عمران، آیت ۱۷۹)

اور :۔

عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا ﴿۲۶﴾ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ

(سورۃ الجن، آیت ۲۶)

ترجمہ: اللہ، عالم الغیب ہے وہ اپنے غیب کا کسی پر بھی اظہار نہیں کرتا سوائے اپنے اس رسول کے جس کو وہ پسند کرے۔ (سورۃ الجن، آیت ۲۶)

نبیؐ کے معجزہ کو معمول بنا کر اپنے عقیدہ کے ثبوت میں پیش کرنا بلا کی چابکدستی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس خاص واقعہ کے ظہور کے ذریعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے اُسی طرح کفار پر برزخی عذاب کی حقانیت کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ذہنوں میں محفوظ فرمادیا جیسے دو مومنوں کی قبروں پر شاخیں لگا کر محفوظ فرمایا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے ایسے اور مواقع بھی بہم پہنچائے ہیں تاکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلّم، صحابہؓ کی توجہ اس کی طرف مبذول کرا کے غیب کی حقیقتوں کو ان پر واضح فرمادیں۔ جیسے صحیح مسلم میں ابوہریرہؓ کی روایت ہے کہ ہم لوگ نبیؐ کے ساتھ تھے کہ ایک زور کے دھماکے کی آواز سنائی دی۔ نبیؐ نے پوچھا کہ یہ آواز کس چیز کی ہے، صحابہؓ نے کہا کہ اللہ اور اُس کے رسولؐ کو خبر ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ یہ اُس پتھر کی آواز ہے جو ستر سال پہلے جہنم میں پھینکا گیا تھا اور وہ اب اس کی تہہ میں پہنچ کر ٹکرایا ہے اور تم لوگوں نے اُس کی آواز سنی ہے۔ (مسلم عربی، جلد ۲، صفحہ ۳۸۱)

اس طرح اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزہ کے طور پر آپؐ کے صحابہؓ کو بھی جہنم کے قعر میں پتھر کے گرنے کی آواز سنوادی لیکن معجزہ بہرحال معجزہ ہوتا ہے معمول نہیں جس طرح اس واقعہ سے یہ نکالنا کہ جہنم کی آواز بغیر معجزہ کے بھی سنی جاسکتی ہے اور جہنم کہیں قریب ہی ہے صحیح نہیں، اُسی طرح خچر کے بدکنے سے یہ نکالنا بھی صحیح نہیں کہ انہی دُنیاوی قبروں کے عذاب اور عذاب والوں کی چیخ و پکار سے وہ بدکا تھا۔

عمرو بن العاصؓ کا واقعہ

مسلم کی اس حدیث سے جس میں یہ ہے کہ عمرو بن العاصؓ پر جب سکراتِ موت کا عالم طاری تھا (وَھُوَفِی سِیَاقِ الْمَوْتِ) تو اُنہوں نے اپنے بیٹے عبداللہ بن عمرؓ کو وصیت کی کہ مجھ پر مٹی ڈالنے اور دفنانے کے بعد کچھ دیر میری قبر کے پاس ٹھہرے رہنا تاکہ میں تمہاری موجودگی کی وجہ سے مانوس رہوں اور مجھے معلوم رہے کہ اپنے رب کے رسولوں (فرشتوں) کو کیا جواب دوں۔ الفاظ یہ ہیں: ''ثم اَقیموا حولَ قبری قدر ماینحر جزور ویُقسم لحمھا حتّٰی استانس بکم واعلم ماذا ارأجع بہ رُسل ربّی۔'' یہ سکرات الموت کے وقت کی بات ہے جیسا کہ اسی حدیث کے الفاظ ہیں ''وَھُوَفِی سِیَاقِ الْمَوْتِ'' ایسے وقت کی بات جب آدمی اپنے آپے میں نہ ہو قرآن اور حدیث کے نصوص کو کیسے جھٹلا سکتی ہے۔ خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعہ قرطاس کو نگاہ میں رکھنا مناسب ہے۔ بخاری روایت کرتے ہیں کہ وفات سے چار دن پہلے یعنی جمعرات کے دن جب آپؐ پر بیماری کی شدّت تھی، نبیؐ نے ارشاد فرمایا کہ کتاب لاؤ میں تمہارے لئے وہ لکھ دوں کہ تم کبھی گمراہ نہ ہو۔ تو بعض صحابہؓ جن میں عمر بن خطابؓ بھی شامل تھے کہا کہ آپؐ پر مرض کی شدت کی وجہ سے الجھن اور پریشانی کی کیفیت طاری ہے اسی کے زیر اثر آپؐ یہ فرما رہے ہیں اس لئے لکھوانے کی ضرورت نہیں ہے۔ الفاظ یہ ہیں:۔ ''اَھْجَرَ[1] رَسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم' (نسخۃ البخاری، صفحہ ۶۳۸، جلد دوم عربی اور حاشیہ ۴، وفی بعضھا اھجر من باب الافعال یعنی اَھْجَرَ)

بعض صحابہؓ نے کہا کہ ''نہیں لکھوالینا چاہیئے''۔ اس طرح آوازیں بلند ہوئیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پاس سے اُٹھ جانے کا حکم دیا۔ اس واقعہ کے بعد آپؐ چار دن اور حیات رہے لیکن پھر آپؐ نے ایسا کوئی حکم نہیں دیا۔ اسی طرح عمر رضی اللہ عنہ کا خیال صحیح ثابت ہوا۔

وفات سے چار دن پہلے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر بیماری کی وجہ سے بحرانی کیفیت طاری ہوسکتی ہے تو کیا

---

[1] (اللہ کا شکر ہے کہ بخاری نے یہ بات لا کر صحابہؓ کے دشمن اُن سارے لوگوں کا منہ بند کردیا جو کہتے ہیں کہ عمرؓ سب سے پہلے منکرِ حدیث ہیں اور نبیؐ کی زندگی میں ہی اُنکی بات ماننے کے بجائے اپنی چلاتے تھے۔ بخاری نے دکھا دیا کہ اس موقع پر عمرؓ کا یہ کہنا ایک علّت کی وجہ سے تھا جیسے نبیؐ کے اس حکم پر کہ مشرکوں کا اصرار ہے کہ محمد بن عبداللہ لکھا جائے اور حدیبیہ کے اس صلح نامہ میں محمد رسول اللہ نہ لکھا جائے۔ علیؓ نے صلح نامہ میں لکھے ہوئے محمد رسول اللہ سے رسول اللہ کا لفظ مٹانے سے انکار کردیا۔ عمرؓ کی یہ رائے انکے اور بہت سے موافقات میں سے ایک موافقۃ شمار کی جاتی ہے۔ اسی وجہ سے اکثر علماء کا فیصلہ ہے کہ جس معاملہ میں وحی نازل نہ ہوئی ہو اس میں ایسی بات ہوسکتی ہے)

عمرو بن العاصؓ پر اس وقت جب کہ وہ عین سکرات کی حالت میں ہوں، طاری نہیں ہوسکتی اور وہ ایسی بات نہیں کہہ سکتے کہ اگر پورے ہوش وحواس میں ہوتے تو کبھی نہ کہتے۔ ہاں اگر کوئی یہ ثابت کردے کہ اُن کے بیٹے عبداللہ بن عمروؓ اور دوسرے حضرات نے اُن کی وصیت پر عمل بھی کیا تب تو یہ کہا جاسکتا ہے کہ عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ اور دوسرے حضرات کا عقیدہ بھی یہی تھا کہ قبر میں دفن ہونے کے بعد عمرو بن العاصؓ پھر زندہ ہو جائیں گے۔ لیکن ایسا کوئی ثبوت پیش نہیں کیا جاسکتا۔

مزید براں مسلم کی اس روایت کے متن اور سند دونوں پر کلام ہے۔ متن میں ہے کہ دفن کرنے کے بعد تم میری قبر پر مٹی ڈالو اور اتنی دیر کھڑے رہو جتنی دیر میں ایک اُونٹ ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کیا جاتا ہے تا کہ میں تم سے اُنس حاصل کر کے اللہ کی طرف سے آنے والے فرشتوں کو صحیح جواب دے سکوں۔'' اس بات میں پورے قرآن کی نفی ہے۔ قرآن کے لحاظ سے دفن کئے جانے والے مردے میں نہ تو زندگی ہوتی ہے اور نہ احساس'' سند کے لحاظ سے اس روایت میں ابوعاصم (النبیل) ضحاک بن مخلد ہے جس کو عقیلی اپنی کتاب الضعفاء میں لائے ہیں اور ابوالعباس نباتی نے یحییٰ بن سعید القطان کا قول پیش کر کے یہی دعویٰ کیا ہے کہ وہ ضعیف ہے۔ (الضعفاء، للعقیلی ورق ۱۷۱، میزان الاعتدال الجزء الثانی ۲۲۵)

موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قبر میں نماز پڑھنا

مسلم کی ایک اور حدیث قبر میں زندگی کے ثبوت میں پیش کی جاتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب مکّہ سے معراج کی رات بیت المقدس تشریف لے گئے تو راستہ میں آپؐ نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔ الفاظ یہ ہیں:

مررتُ علیٰ موسیٰ لیلۃ أُسری بی عندالکثیب الاحمروھو قائم یصلی فی قبرہ۔

(مسلم عربی جلد۲، صفحہ ۲۶۸)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں معراج کی رات موسیٰؑ کی اس قبر پر سے گزرا جو سرخ رنگ کے ٹیلے کے قریب ہے، وہ اپنی قبر میں کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے۔ (مسلم، جلد۲، عربی، صفحہ ۲۶۸)

اس حدیث سے قبر کے شیدائیوں نے ''قبر میں زندگی'' کے اس کمزور سہارے کو دانتوں سے پکڑ لیا ہے۔ حالانکہ اسی صحیح مسلم میں یہ بھی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم موسیٰؑ کی قبر کے پاس سے گزر کر جب بیت المقدس پہنچے تو وہاں ابراہیم علیہ السلام اور موسیٰ وعیسیٰ علیہم السّلام کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور بعد میں اُن کی امامت کر کے نماز پڑھائی۔ قبر کے ان پروانوں کی ہر ادا نرالی ہے۔ صرف قبر میں زندہ ثابت کرنے ہی سے اُن

کا کام چل گیا۔ آخر بیت المقدس میں اُن کو کیوں زندہ نہیں مانتے، ان کے لحاظ سے تو بیت المقدس میں موسیٰ علیہ السلام کی اس دُنیا میں زندگی کا آخری ثبوت ملتا ہے۔ مزید برآں یہ حضرات شاید یہ کہنا چاہتے ہیں کہ دوسرے انبیاء محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے براق اور جبرئیلؑ کی رفاقت کے بغیر ہی آسمانوں پر واپس پہنچ گئے اور اس برگزیدہ گروہ میں صرف فوت شدہ انبیاء ہی نہیں بلکہ زندہ نبی عیسیٰ علیہ السلام بھی شامل تھے۔ اب اگر یہ دریافت کیا جائے کہ بیت المقدس میں نبی صلی اللہ علیہ السلام نے انبیاء کو امام بن کر نماز پڑھائی اور ابراہیم ،موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا بھی پھر جب یہاں سے فارغ ہو کر آسمانوں پر گئے اور ان انبیاء سے ملاقات ہوئی تو اُن کو پہچان کیوں نہ پائے اور ہر مرتبہ جبرئیل علیہ السلام سے یہ کیوں پوچھنا پڑا کہ:۔

من هٰذا یاجبرئیل (یہ کون صاحب ہیں اے جبرئیلؑ) اور جبرئیل علیہ السلام نے بتلایا کہ ''**هٰذا آدمؑ**'' (یہ آدمؑ ہیں) ''**هٰذا عیسیٰؑ ،هٰذا موسیٰؑ ، هٰذا ابراهیمؑ**''۔ (بخاری، جلد اول، صفحہ ۴۷۰، ۴۷۱، حدیث معراج) عن ابی ذرؓ و مسلم جلد ۱، صفحہ ۹۲، ۹۳) تو جواب میں چپ سادھ لی جاتی ہے۔ دراصل معراج کی رات پوری کی پوری معجزہ کی رات ہے۔ اس دنیا میں جن انبیاء کو دکھایا گیا اِن کو اُن کی دنیاوی زندگی کے کسی دور کی شکل وصورت میں معجزہ کے طور پر دکھایا گیا وہ آسمانوں سے نیچے اُتر کر نیچے نہیں آئے اور نہ وہ اپنی آسمانی شکلوں میں تھے۔ ورنہ یہاں اُن کو دیکھ کر جب نبیؐ آسمان پر گئے تھے تو فوراً پہچان لیتے اور جبرئیلؑ سے پوچھنے کی ضرورت نہ پڑتی۔ مزید برآں نبیؐ نے اوپر آسمانوں میں جا کر انبیاء سے ملاقات کی نیچے زمین میں داخل ہو کر تو نہیں کہ انبیاؑء کو قبروں میں زندہ مانا جائے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر والوں کیلئے دُعا

مسلم کی ایک اور روایت لائی جاتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر پر نماز ادا فرمائی اور کہا کہ ان قبروں کے اندھیروں کو اللہ تعالیٰ میری دعا (صلاتی) سے نورانی کر دیتا ہے۔ الفاظ یوں ہیں:۔

اِنّ هٰذه القبور مملوّة ظلمةً علیٰ اهلها وانّ الله ینوّرها لهم بصلاتی علیهم۔

(مسلم جلد ۱، صفحہ ۳۰۹، ۳۱۰)

اگر اس سے یہی دُنیاوی قبر مراد لی جاوے تو پھر تو ایک ایک قبر میں بے حساب مردے دفن ہوتے ہیں، کوئی نیک کوئی بد۔ ہر ایک کو اس نور سے فائدہ پہنچے گا۔ اور اگر اصل بات یعنی برزخ کی قبر مان لی جائے تو کوئی اِشکال پیدا نہیں ہوتا۔ غرض ہر صحیح روایت کے مختلف معنوں میں سے صرف اپنے پسندیدہ معنی لیکر لوگوں نے دُنیاوی قبر میں مردہ کو زندہ کر دکھایا ہے۔ یہ ان حضرات کا کمال ضرور ہے۔ لیکن افسوس یہ نہ دیکھا کہ اس طرح نصوصِ

قرآنی اور واضح اِرشاداتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا جو انکار لازم آئے گا اس کا علاج کیا ہوگا۔

حیرت کی بات یہ ہے کہ یہی حضرات جو امام احمد بن حنبل کی اس بات کو صحیح مانتے ہیں کہ ملک الموت کے رُوح کو قبض کرنے کے بعد اسی قبر کے مردہ کے جسم میں لوٹا بھی دیا جاتا ہے اور وہ پھر زندہ ہوجاتا ہے، دورانِ گفتگو یہ بھی کہنے لگتے ہیں کہ نیک انسانوں کی رُوحیں علّیین میں اور برے لوگوں کی سجّین میں رکھی جاتی ہیں اور احساس تک نہیں ہوتا کہ وہ کس تضادِ بیانی کے مرتکب ہورہے ہیں۔ روحیں اگر قبض کرنے کے بعد مرنے والوں کے جسموں میں پھر لوٹادی گئیں تو اب روحیں بچی کہاں کہ علّیین اور سجّین میں رکھی جائیں۔ پھر اگر کہا جائے کہ علّیین اور سجّین روحوں کے رہنے کی جگہیں نہیں بلکہ نیکوکاروں اور بدکاروں کے اعمال ناموں کے دفتر ہیں ، جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

(۱) كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِيْ سِجِّيْنٍ ۝٧ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سِجِّيْنٌ ۝٨ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ۝٩

(المطففین ، آیات ۷، ۸، ۹)

ترجمہ: ہرگز نہیں، فاجروں کے اعمال نامے سجّین میں ہیں اور تم کیا جانو کہ سجّین کیا ہے۔ وہ ایک کتاب ہے لکھی ہوئی۔

(۲) كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْاَبْرَارِ لَفِيْ عِلِّيِّيْنَ ۝١٨ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا عِلِّيُّوْنَ ۝١٩ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ۝٢٠
يَّشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُوْنَ ۝٢١

(المطففین ، آیات ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱)

ترجمہ: ہرگز نہیں، بے شک نیکوکاروں کے اعمال نامے علّیین میں ہیں اور تم کیا جانو کہ علّیین کیا ہے، وہ ایک کتاب ہے لکھی ہوئی۔ اُس کی نگہداشت مقرب فرشتے کرتے ہیں۔

تو منہ دیکھنے لگ جاتے ہیں گویا یہ بات پہلی مرتبہ آج ہی سنی ہے۔

قرآن کی اس بات کے انکار کی جرأت نہ پاکر دوسری آیت کو پیش کیا جانے لگتا ہے کہ دیکھو سورۃ الاعراف میں ہے کہ ان لوگوں کے لئے جو ہماری آیات کو جھٹلاتے ہیں اور اُن سے استکبار کرتے ہیں آسمان کے دروازے ہرگز نہ کھولے جائیں گے۔ ثابت ہوا کہ اُن کی روحیں دُنیا ہی میں رہتی ہیں۔ جواب میں کہا جائے کہ یہ قرآن کی ادبیانہ زبان ہے اس سے مراد یہ ہے کہ اُن کے اعمال ، اُنکی دُعاؤں اور خود اُن کی ہرگز پذیرائی نہ ہوگی اور وہ کبھی جنت میں داخل نہ کئے جائیں گے تو یقین نہیں آتا اور اگر یہ بھی کہہ دیا جائے کہ چلئے مانا کہ روحیں یہیں دُنیا میں رہتی ہیں، لیکن قرآن کا ارشاد ہے کہ قیامت سے پہلے یہ اپنے جسموں میں واپس نہیں جاسکتیں، تو کیا اس دُنیا میں بھٹکا کرتی ہیں اور اُن لوگوں کا عقیدہ آپ کے خیال میں درست ہے جو بدروحوں کی ایزارسانی کے قائل اور بھوت پریت کے ماننے والے ہیں۔ تب بھی ہامی نہیں بھری جاتی

اور یکا یک رُخ بدل کر کہا جاتا ہے کہ اچھا قبر میں مردہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شبیہ دکھا کر جو یہ پوچھا جاتا ہے کہ:۔ ماکُنتَ تقولُ فی ھٰذاالرجل (کہ تو اِن صاحب کے بارے میں کیا کہتا تھا) یہ معاملہ کیا ہے کیا یہ اشارۂ قریب، اور مردہ سے خطاب کا انداز نہیں ہے، پس ثابت ہوا کہ یہ مردہ بھی دُنیاوی قبر میں زندہ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شبیہ بھی فرشتوں کے پاس موجود۔ شبیہ کو نہ مانا جائے تو پھر ماننا پڑے گا کہ مردہ کے لئے کشف کا انتظام ہوتا ہے اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی قبر سے دیکھتا ہے تب ہی تو جواب دیتا ہے۔ کہا جائے کہ یہ بات میت سے فرشتے کہتے ضرور ہیں مگر اس دُنیاوی قبر کے بجائے برزخ میں، اور ھٰذا کا اشارہ مجاز ہے، اس سے مراد عہد ذہنی ہے۔ جیسے شام میں۔۔۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوتی فرمان کے بعد ابوسفیان بن حربؓ کو بلوا کر ہرقل نے کہا تھا کہ:۔

اِنّی سائلٌ ھٰذا الرجل (بخاری، جلد ۱، صفحہ ۴):۔ میں اس سے (ابوسفیانؓ سے) اس شخص کے بارے میں سوال کروں گا۔ حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے سیکڑوں میل دور مدینہ میں تھے۔ رہا شبیہ اور کشف کا معاملہ تو اِس کی کوئی اصل نہیں، تو برا مان جاتے ہیں۔

آخر میں ترمذی کی ایک موضوع (گھڑی ہوئی) روایت لاکر اپنی طرف سے گویا اِتمام حجّت کا اعلان کردیا جاتا ہے۔ وہ روایت یہ ہے:۔

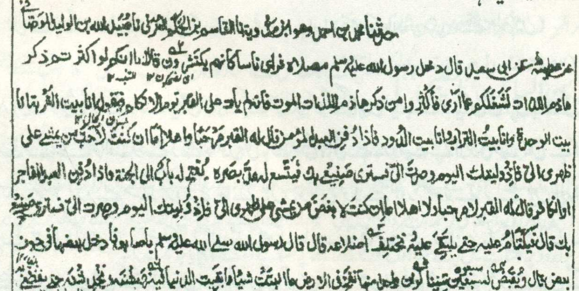
حدثنا محمد بن احمد وهو ابن مدويه حدثنا القاسم بن الحكم العرني نا عبيد الله بن الوليد الوصافي
عن عطية عن ابي سعيد قال دخل رسول الله صلى الله عليه وسلم مصلاه فرأى ناسا كأنهم يكتشرون قال اما انكم لو اكثرتم ذكر
هاذم اللذات لشغلكم عما ارى فاكثروا من ذكر هاذم اللذات الموت فانه لم يأت على القبر يوم الا تكلم فيه فيقول انا بيت الغربة انا
بيت الوحدة وانا بيت التراب وانا بيت الدود فاذا دفن العبد المؤمن قال له القبر مرحبا واهلا اما ان كنت لأحب من يمشي على
ظهري الي فاذ وليتك اليوم وصرت الي فسترى صنيعي بك فيتسع له مد بصره ويفتح له باب الى الجنة واذا دفن العبد الفاجر
او الكافر قال له القبر لا مرحبا ولا اهلا اما ان كنت لأبغض من يمشي على ظهري الي فاذ وليتك اليوم وصرت الي فسترى صنيعي
بك قال فيلتئم عليه حتى يلتقي عليه وتختلف اضلاعه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم باصابعه فادخل بعضها في جوف
بعض قال ويقيض له سبعين تنينا لو ان واحدا منها نفخ في الارض ما انبتت شيئا ما بقيت الدنيا فينهشنه ويخدشنه حتى يفضى به
الى الحساب قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم انما القبر روضة من رياض الجنة او حفرة من حفر النار هذا حديث غريب لا نعرفه
الا من هذا الوجه حدثنا

(فوٹو: روایت ترمذی، جلد ۲، صفحہ ۶۹)

ترجمہ: عطیہ روایت کرتا ہے کہ ابوسعید (محمد بن السائب کلبی، ابوسعید الخدریؓ نہیں) نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لئے باہر تشریف لائے اور دیکھا کہ لوگ کھلکھلا کر ہنس رہے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ اگر تم لوگ لذّتوں کو

فنا کردینے والی چیز کا اکثر ذکر کرو تو وہ تم کو اس کیفیت سے باز رکھے جس میں تم کو مبتلا پا رہا ہوں۔ پس تم لذتوں کو فنا کردینی والی موت کو کثرت سے یاد کیا کرو۔ واقعہ یہ ہے کہ کوئی دن ایسا نہیں گزرتا جس میں قبر یہ نہ کہتی ہو۔ ''میں پردیس کا گھر ہوں، میں تنہائی کا گھر ہوں، میں مٹی اور کیڑے مکوڑوں کا گھر ہوں، اور جب قبر میں مومن کو دفن کیا جاتا ہے تو قبر اس کو خوش آمدید کہتی ہے اور کہتی ہے کہ تو میرے نزدیک بہت ہی محبوب تھا ان لوگوں میں سے جو میری پیٹھ پر چلتے تھے اب کہ تو میری آغوش میں آیا اور میرے قبضہ واختیار میں ہے دیکھ کہ میں تیرے ساتھ کس بھلائی کا سلوک کرتی ہوں۔ پھر کہا گیا کہ قبر اس مومن بندے کے لئے حد نگاہ تک کشادہ ہوجاتی ہے۔ اور جنت کی طرف سے ایک دروازہ اس قبر میں کھول دیا جاتا ہے۔ اور جب ایک فاجر اور کافر بندہ دفن کیا جاتا ہے تو قبر کہتی ہے کہ تیرا آنا ''نامبارک و ناپسندیدہ'' تو میرے نزدیک ان تمام لوگوں میں سے جو میری پیٹھ پر چلتے ہیں سب سے برا تھا۔ پس اب کہ تو میرے قبضہ میں آہی گیا تو دیکھ کہ میں تیرے ساتھ کیا برا سلوک کرتی ہوں۔ کہا گیا کہ اب یہ قبر اس کو دباتی اور بھینچتی ہے یہاں تک کہ اُس کی ایک طرف کی پسلیاں دوسری طرف پسلیوں میں داخل ہوجاتی ہیں پھر ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں داخل کرکے بتایا کہ اس طرح۔ پھر اس پر ایسے ستر اژدھے مسلّط کردیئے جاتے ہیں کہ اگر ان میں سے ایک اژدھا زمین میں پھنکار ماردے تو جب تک دُنیا باقی ہے زمین کوئی چیز بھی نہ اُگا پائے۔ یہ اژدھے اُس کو برابر ڈستے اور بھنبھوڑتے رہیں گے یہاں تک کہ اُسے حساب کیلئے لے جایا جائے گا۔ پھر راوی نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قبر یا تو جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا۔ (ترمذی کہتے ہیں کہ یہ روایت غریب ہے اور اس سند کے علاوہ دوسری سند مجھے معلوم نہیں)

(ترجمہ: روایت ترمذی، عربی، جلد ۲، صفحہ ۶۹)

اس روایت کو پیش کرنے والے یہ بھی نہیں دیکھتے کہ اس کو اگر صحیح مان لیا جائے تو یہ اُن کی اپنی بات کی تائید کرنے کے بجائے مخالف رائے رکھنے والوں کی بات کو صحیح بتاتی ہے۔ روایت کے آخری حصہ میں ہے کہ فجار اور کفار پر ستر اژدھے مسلط کردیئے جاتے ہیں جو اُس کو ڈستے اور بھنبھوڑتے رہتے ہیں اور ایسے زہریلے ہیں کہ اگر ان میں سے ایک زمین میں پھونک ماردے تو قیامت تک زمین پر کچھ بھی نہ اُگے۔ اب دیکھئے کہ اس زمین میں کتنے فاجروں اور کافروں کی قبریں موجود ہیں اور اُن میں کتنے اژدھے ہوں گے جو مردہ کو برابر ڈستے اور بھنبھوڑتے رہتے ہوں گے پھنکار مارنا تو معمولی بات ہے پھر بھی زمین پر سبزہ بھی اُگتا ہے اور درخت بھی۔ معلوم ہوا کہ اس روایت کی رو سے تو اس زمین میں یہ معاملہ نہیں ہوسکتا کہیں اور ہوگا۔ اس کے بعد ذرا اس روایت کے حال پر بھی نظر ڈال لیجئے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ابوسعید، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں اور ابوسعید سے عطیۃ (بن سعد بن جنادۃ) جیسے فوٹو سے صاف ظاہر ہے اب اس عطیۃ

کا جو ابوسعید کہہ کر روایت کرتا ہے حال ملاحظہ فرمایا جائے۔

عطیۃ بن سعد بن جنادۃ

امام مسلم کہتے ہیں کہ احمد نے عطیۃ کا ذکر کیا اور کہا کہ وہ ضعیف ہے اور مجھ تک یہ بات پہنچی ہے کہ عطیۃ ''الکلبی'' کے پاس آیا کرتا تھا اور اُس سے تفسیر کی باتیں پوچھا کرتا تھا اور الکلبی کی کنیت اُس نے اپنی طرف سے ابوسعید مقرر کر لی تھی اور اس سے سنی ہوئی بات کے متعلق کہتا تھا کہ مجھ سے ابوسعید نے حدیث بیان کی۔

ابو احمد الزبیری کہتے ہیں کہ میں نے ''الکلبی'' کو کہتے ہوئے سنا کہ عطیۃ نے میری کنیت ابوسعید رکھ لی ہے۔ وہ اہل کوفہ کے شیعوں میں شمار کیا جاتا تھا۔ ابن حبان نے کہا کہ عجیب و غریب بات یہ ہے کہ عطیۃ نے ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے احادیث سنی ہیں لیکن جب اُن کی وفات ہوگئی تو وہ ''الکلبی'' کی مجلسوں میں بیٹھنے لگا اور اپنی ساری صفات کے ساتھ، پس جب ''الکلبی'' کہتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہا (حالانکہ ''الکلبی'' صحابی نہیں تھا، اُس کی شیعت کا بیان اور اُس کی صفات کا ذکر آگے آ رہا ہے) تو وہ اُسے حفظ کر لیتا اور ''الکلبی'' کی کنیت جو اُس نے اپنی طرف سے ابوسعید رکھ لی تھی اُس سے روایت کرتا اور کہتا کہ مجھ سے ابوسعید نے روایت کی اور لوگوں کو یہ وہم ہو جاتا کہ یہ ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے حالانکہ اس سے مراد ''الکلبی'' ہوتا۔ اُس سے حدیث لکھنا حلال نہیں۔ الا یہ کہ کوئی عجائب و غرائب بیان کرنا چاہے۔

ابوبکر البزار نے کہا وہ شیعوں میں شمار کیا جاتا تھا۔ (تہذیب التہذیب، جلد ۷، صفحہ ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶)

محمد بن السائب ''الکلبی''

عطیۃ کے بعد اُس کے استاد محمد بن السائب ''الکلبی'' کا حال سنئے جس کو اُس نے ابوسعید کی کنیت سے نوازا تھا۔

معتمر بن سلیمان اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ اُنہوں نے کہا کہ کوفہ میں دو۲ کذاب ہیں۔ ایک اِن میں سے الکلبی ہے۔ اور انہی سلیمان سے لیث بن ابی سلیم نے روایت کی کہ کوفہ میں دو کذاب ہیں ایک الکلبی اور دوسرا السدی (محمد بن مروان جس کی مشہور روایت یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ جو میری قبر پر درود پڑھتا ہے میں اسے سنتا ہوں اور جو دُور سے پڑھتا ہے وہ مجھے پہنچایا جاتا ہے)۔

الزائدۃ نے کہا کہ میں ''الکلبی'' کے پاس آیا جایا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ میں نے اُس کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں بیمار ہوا اور جو کچھ مجھے یاد تھا سب بھول گیا۔ پس میں آلِ محمد کے پاس آیا اور اُنہوں نے میرے منہ میں تھوکا، اور بھولا ہوا سب مجھے یاد آ گیا۔ اس بات پر میں نے اُسے ترک کر دیا۔

ابو جزء نے کہا کہ ''الکلبی'' کافر ہے میں نے اُس کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ جبرئیل علیہ السلام، نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کر رہے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کسی کام سے اُٹھ گئے اور علیؓ آپؐ کی جگہ بیٹھ گئے تو جبرئیلؑ نے

علیؓ پر وحی نازل کردی، یزید بن ذریع نے کہا کہ میں نے اس سے یہ بات تو نہیں سنی لیکن میں نے اُسے سینہ کوبی (ماتم) کرتے ہوئے ضرور دیکھا ہے وہ کہتا جاتا تھا کہ میں سبائی ہوں، میں سبائی ہوں۔ عقیلی کہتے ہیں کہ سبائی روافض کی وہ شاخ ہیں جو عبداللہ بن سبا کی پیروی کرتے ہیں۔ جوزجانی نے کہا کہ وہ کذاب ہے۔ ابن حبان کی بھی یہی رائے ہے۔ الساجی کہتے ہیں کہ وہ غالی شیعہ تھا۔ (تہذیب التہذیب، جلد۹، صفحہ ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰)

اب عطیہ اور اس کے اُستاد، جعلی ابوسعید ''الکلبی'' کی اس روایت سے یہ استدلال کہ قبر کے دوگز زمینی گڑھے میں رُوح پھر واپس آجاتی ہے اور مردہ زندہ ہو کر دیکھنے سننے اور سمجھنے لگتا ہے۔ مومن ہے تو اس کی قبر کے حدودِ اربعہ میں ایک عظیم الشان تغیر پیدا ہو جاتا ہے۔ یہ قبر حدِ نگاہ تک وسیع ہو جاتی ہے، جنت کی کھڑکی اس میں کھل جاتی ہے۔ اور اگر فاجر اور کافر ہے تو یہی قبر دباتی ہے یہاں تک کہ دونوں طرف کی پسلیاں ایک دوسرے میں داخل ہو جاتی ہیں اور ستر زہریلے اژدھے مسلط کر دیئے جاتے ہیں جو اُسے قیامت تک ڈستے اور بھنبھوڑتے رہیں گے اور ہر ایک ان میں سے ایسا زہریلا ہے کہ اگر زمین میں ایک پھونک مار دے تو قیامت تک زمین کوئی چیز نہ اُگا پائے کہا جائے کہ ایک قبر میں اگر مومن اور کافر دونوں کے بدن کے اجزاء موجود ہیں تو کیا دونوں پر جنت کی ہوائیں چلیں گی اور دونوں کو زمین دبائے گی، مومن کے بارے میں تو یہ بات کچھ عجیب سی لگتی ہے، تو فوراً مسند احمد کی منکر روایت پیش کر دی جاتی ہے کہ کیا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو زمین نے نہیں دبایا تھا۔ معاذ اللہ۔ جس صحابیؓ کی موت پر بخاری کی حدیث یہ بیان کرے کہ عرش الٰہی جنبش میں آگیا اُس کے ساتھ قبر کی زمین کا یہ سلوک۔ حالانکہ عطیہ کی اس جھوٹی روایت کے لحاظ سے تو اُس کو حدِ نگاہ تک وسیع ہو جانا چاہیئے تھا۔ کیا طرفہ تماشا، کیا بوالعجبی ہے۔

ترمذی کی اس روایت میں عطیہ اور ''الکلبی'' عرف ابوسعید کی صحابہؓ دشمنی صاف جھلک رہی ہے، ان دونوں نے اُنؓ کو موت سے غافل، قہقہے لگانے والا ظاہر کیا ہے۔

بات صاف ہوگئی اور یہ معمولی بات ہے بھی نہیں بلکہ یہ ایمان باللہ ایمان بالکتاب اور ایمان بالرسول کا معاملہ ہے، جس طرح عذابِ قبر کا انکاری بہرحال ایماندار نہیں ہے اسی طرح جو یہ عقیدہ رکھے کہ اِسی دنیاوی قبر کے مردہ میں رُوح واپس آجاتی ہے۔ اسی کو اُٹھا کر بٹھایا جاتا ہے، سوال وجواب ہوتا ہے اور اَب اُسی پر قیامت تک دُنیاوی قبر کے اندر عذاب یا راحت کا دور گزرتا رہے گا وہ بھی ایمان سے خالی ہے۔ ان دونوں پر اللہ کی کتاب اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حجّت تمام کر دی ہے۔ آج حال یہ ہے کہ ایک طرف قرآن، احادیث صحیحہ، اجماعِ صحابہؓ، امام ابوحنیفہ اور امام بخاری ہیں جن کا فیصلہ یہ ہے کہ رُوح بدن سے

نکلنے کے بعد مردہ جسم میں قیامت سے پہلے واپس نہیں آ سکتی اور نہ دُنیاوی جسم سے اُس کا کسی قسم کا کوئی تعلق ہی باقی رہتا ہے، یہ قبر کے مردے بالکل مردہ ہیں ان میں جان کی رمق تک نہیں ہوتی۔ دوسری طرف۔۔۔

امام احمد بن حنبل، ابن تیمیہ، ابن قیّم، ابن کثیر، ایک جم غفیر ہے، جو مردہ جسم میں قیامت سے پہلے رُوح کے واپس آ جانے کا قائل اور اسی دُنیاوی قبر میں قیامت تک مردہ پر عذاب یا راحت کے سارے حالات کے گزرنے کا اقراری ہے۔ یہ دونوں عقیدے جو قرآن اور حدیث کی تصدیق یا تکذیب کرتے ہیں ایک نہیں، ان میں زمین و آسمان کی دُوری اور ایمان وکفر کا فرق ہے۔ ایک کا ماننے والا بہرحال دوسرے کا کافر ہے۔ اب کہ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ لوگوں کو اختیار ہے، جس کا دل چاہے قرآن اور حدیث کی بات مانے اور جس کی مرضی میں آئے وہ گل ہائے عقیدت کی رنگینیوں کے فسوں سے از خود رفتہ ہو کر۔۔۔ شوقِ گل بوسی میں کانٹوں پر زباں رکھ دے۔

اُمّت کی بدنصیبی کہ آج عذابِ قبر کے اس عظیم مسئلہ کو فروعی مسئلہ قرار دینے کی کوشش کی جا رہی ہے حالانکہ دنیاوی قبر میں عذابِ قبر کا اثبات ''حیات فی القبر'' کے ہم معنی اور قبر پرستی کے شرک کی اصل اور بنیاد ہے اسی لئے شیطان نے اس مسئلہ میں اُس وقت کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی میّت مبارکہ ابھی دفن بھی نہ ہوئی تھی اُمّت کے دوسرے نمبر کے بزرگ ترین ولی، عمر بن خطابؓ کو فریب دینے کی کوشش کی تھی۔ اللہ کا کرم کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دشمن ایمان کے اس وار کو اسی پر اُلٹ دیا اور دوؔ صدیوں تک اُس کی ایک نہ چلی۔ پھر ۲۲۰ھ کے مسئلہ خلقِ قرآن کے ہیرو امام احمد بن حنبل پر اُس کا وار ہوا۔ افسوس کہ وہ تاب نہ لا سکے۔ اب اُنکی شہرت اور اُن کے ساتھ بے پناہ عقیدت کے سہارے اس ازلی دشمن کو قبر پرستی کے شرک کی بنیاد کہ ''مرنے والا دنیاوی قبر میں زندہ ہے'' اُمّت کے عقیدہ میں داخل کرنے اور قائم رکھنے کا موقع مل گیا، پھر دُنیا بھی لٹی اور آخرت بھی برباد ہو گئی۔ اور آج ہر طرف شرک وکفر کے سیاہ سائے راج کر رہے ہیں۔ آیئے کہ اللہ کا نام لیکر اصلاحِ حال کے لئے سر دھڑ کی بازی لگا دیکھیں اور اللہ غالب و توانا پر جس نے نصرت کا وعدہ کیا ہے توکّل کریں۔

اگلے صفحات پر مختلف مسالک کے مشہور علماء کے عقیدوں کے فوٹو موجود ہیں جو یہ ثابت کر رہے ہیں کہ تبع تابعینؒ کا زمانہ گزرتے ہی اِس باطل عقیدہ کو ہمہ گیر قبولیت حاصل ہو گئی، اور آج تک حاصل ہے۔

فوٹو عقائد مشاهیر علماءِ مسالک

دیوبند

بانی دیوبند قاسم نانوتوی صاحب،
محمود الحسن صاحب،
اشرف علی تھانوی صاحب وغیرہ

فوٹو: المھند (عقائد علماء دیوبند) مرتبہ مولانا خلیل احمد صاحب صفحہ ۱۶ مطبوعہ قرآن محل، کراچی

عقیدہ دربارہ حیات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

سوال: کیا فرماتے ہو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر میں حیات کے متعلق کہ کوئی خاص حیات آپ کو حاصل ہے یا عام مسلمانوں کی طرح برزخی حیات ہے؛

جواب: ہمارے نزدیک ہمارے مشائخ کے نزدیک حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور آپ کی حیات دنیا کی سی ہے بلا مکلف ہونے کے اور یہ حیات مخصوص ہے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاء علیہم السلام اور شہداء کے ساتھ۔ یہ حیات برزخی نہیں ہے

بریلی

بانی مسلک احمد رضا خان

فوٹو: ملفوظات اعلیٰ حضرت احمد رضا خان صاحب بریلوی صفحہ ۳۲، حصہ سوم، مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی

عرض۔ انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیائے کرام کی حیات برزخیہ میں کیا فرق ہے۔

ارشاد۔ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیات حقیقی حسی دنیاوی ہے ان پر تصدیق وعدۂ الٰہیہ کے لئے محض ایک آن کو موت طاری ہوتی ہے پھر فوراً ان کو ویسے ہی حیات عطا فرمادی جاتی ہے اس حیات پر وہی احکام دنیویہ ہیں ان کا ترکہ بانٹا نہ جائے گا ان کی ازواج کو نکاح حرام نیز ازواج مطہرات پر عدت نہیں وہ اپنی قبور میں کھاتے پیتے نماز پڑھتے ہیں بلکہ سیدی محمد بن عبدالباقی زرقانی فرماتے ہیں کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی قبور مطہرہ میں ازواج مطہرات پیش کی جاتی ہیں وہ ان کے ساتھ شب باشی فرماتے ہیں

تبلیغی جماعت

۲۸: شیخ نجم الدین اصفہانی مکہ مکرمہ میں ایک بزرگ کے جنازے میں شریک ہوئے جب لوگ ان کو دفن کر چکے تو تلقین کرنے والے نے قبر کے پاس بیٹھ کر تلقین کی، شیخ نجم الدین ہنسنے لگے، ان کی عادت ہنسنے کی بالکل نہیں تھی، بعض خدام نے ہنسی کی وجہ پوچھی، تو شیخ نے جھڑک دیا، کئی دن بعد فرمایا کہ میں اس لئے ہنسا تھا کہ جب تلقین کرنیوالا قبر پر تلقین کیلئے بیٹھا تو میں نے ان بزرگ کو جو دفن کئے گئے تھے یہ کہتے ہوئے سنا، دیکھو جی حیرت کی بات ہے کہ ایک مردہ زندہ کو تلقین کر رہا ہے (روض)۔

عرب میں بعض ائمہ مذہب[1] کے موافق یہ دستور ہے کہ جب میت کو دفن کر دیتے ہیں تو ایک شخص اس کی قبر کے پاس بیٹھ کر کلمہ طیبہ وغیرہ پڑھتا ہے، اور منکر نکیر کے سوال جواب دہراتا ہے، اس کو تلقین کہتے ہیں، ان بزرگ کا یہ ارشاد کہ مردہ زندہ کو تلقین کر رہا ہے، ظاہر ہے کہ مرنے والا اللہ کے عشق کی وجہ سے زندہ ہے، اور جو تلقین کر رہا تھا وہ اس دولت سے خالی ہوگا۔

(فوٹو: فضائل حج، صفحہ ۲۲۵، شیخ الحدیث زکریا صاحب، مکتبہ امدادیہ ملتان)

---

[1] امام احمد بن حنبل، ابن تیمیہ وغیرہ (کتاب الروح، صفحہ ۱۷، فتاویٰ ابن تیمیہ، جلد ۱، صفحہ ۲۸۹) المصنف

ایک کفن چور تھا وہ قبریں کھود کر کفن چرایا کرتا تھا۔ اُس نے
ایک قبر کھودی تو اُس میں ایک شخص اُونچے تخت پر بیٹھے ہوئے دیکھے۔ قرآن پاک ان کے سامنے رکھا ہوا
وہ قرآن شریف پڑھ رہے ہیں اور اُن کے تخت کے نیچے ایک نہر چل رہی ہے۔ اس شخص پر ایسی دہشت
طاری ہوئی کہ بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ لوگوں نے اس کو قبر سے نکالا۔ تین دن بعد ہوش آیا۔ لوگوں نے
———— قصہ پوچھا، اُس نے سارا حال سُنایا۔ بعض لوگوں نے
اس قبر کے دیکھنے کی تمنا کی۔ اس سے پوچھا کہ قبر بتا دے۔ اُس نے ارادہ بھی کیا کہ ان کو لے جا کر قبر دکھاؤں۔ رات
کو خواب میں ان قبر والے بزرگ کو دیکھا، کہہ رہے ہیں۔ اگر تُو نے میری قبر بتائی، تو ایسی آفتوں میں پھنس جائیگا
کہ یاد کرے گا۔ اُس نے عہد کیا کہ نہیں بتاؤں گا (ردعش) (فوٹو: فضائل صدقات حصہ ۲، صفحہ ۲۵۲، ۲۵۳)

مولانا مودودی صاحب

اصحابِ قبور سے درخواستِ دُعا۔

دوسری صورت یہ ہو سکتی ہے کہ آپ زور زور سے اُن ولی اللہ کو پکار کر یہ بات کہیں۔ اس صورت میں اعتقاد کی خرابی تو لازم نہ آئے گی مگر یہ اندھیرے میں تیر چلانا ہوگا۔ ہو سکتا ہے کہ آپ پکار رہے ہوں اور وہ نہ سُن رہے ہوں۔ کیونکہ سماعِ موتیٰ کا مسئلہ مختلف فیہ ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اُن کا سماع تو ممکن ہو، مگر ان کی رُوح اس وقت وہاں تشریف نہ رکھتی ہو، اور آپ خواہ مخواہ خالی مکان پر آوازیں دے رہے ہوں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اُن کی روح تشریف فرما تو ہو مگر وہ اپنے رب کی طرف مشغول ہوں، اور آپ اپنی غرض کے لیے چیخ چیخ کر اُن کو اُلٹی اذیت دیں۔
(فوٹو: رسائل و مسائل حصہ سوم ص ۳۶۵)

(فوٹو: رسائل و مسائل، حصہ سوم، صفحہ ۳۶۵)

مسئلۂ حیاتُ النبیؐ:- اگر کوئی شخص اس مسئلے میں قطعاً خالی الذہن ہو یا اس کے بارے میں کوئی عقیدہ و رائے نہ رکھتا ہو اس سے قیامت میں کوئی باز پُرس نہ ہو گی اور اس کے انجامِ اخروی پر اس عدمِ رائے یا خلوئے ذہن کا کوئی اثر مترتب نہ ہوگا۔ البتہ خطرے میں وہ شخص ہے جو اس مسئلے میں ایک عقیدہ قائم کرتا اور اس کی تبلیغ کرتا ہے، کیوں کہ اس کے عقیدے میں صحت اور عدمِ صحت دونوں کا احتمال ہے۔ (ترجمان القرآن۔ دسمبر ۱۹۵۱ء)

(فوٹو: رسائل و مسائل، حصہ سوم، صفحہ ۴۴۰)

مولانا مودودی صاحب نے قرآن، حدیث اور اجماعِ صحابہؓ کے اس عظیم الشان مسئلہ کو فروعی مسئلہ بنا دیا اور یہ فرما کر کہ "جو اس مسئلہ میں ایک عقیدہ رکھے اور اُس کی تبلیغ بھی کرے وہ خطرے میں ہے" ابوبکرؓ اور دوسرے تمام صحابہؓ کو خطرے میں ڈال دیا۔ قرآن وحدیث کے فیصلہ کے برخلاف یہ نظریہ بھی پیش فرمایا کہ رُوحیں جسم سے نکلنے کے بعد اس دُنیاوی قبر میں برابر آتی جاتی رہتی ہیں یعنی کبھی مُردہ بدن سے وابستہ کبھی اُس سے الگ۔ دوسری بات یہ بتلائی کہ اگر کوئی شخص ولی اللہ کی قبر پر پہنچ کر زور زور سے پکار کر اُن سے دُعا کی درخواست کرے تو عقیدہ کی خرابی لازم نہ آئے گی۔

امام اہل سنت حضرت امام احمد بن حنبلؒ (المتوفی ۲۴۱ھ) اپنی کتاب الصلوٰۃ میں تحریر فرماتے ہیں کہ

والایمان بالحوض والشفاعة والایمان
بمنکرونکیر وعذاب القبر والایمان بملک الموت
یقبض الارواح ثم ترد فی الاجساد فی القبور
فیسألون عن الایمان والتوحید اھ
(کتاب الصلوٰۃ ص۳۵ طبع قاهرہ)

حوض کوثر، شفاعت، منکر نکیر، عذاب قبر، ملک الموت کے ارواح کو قبض کرنے پھر ارواح کے قبروں میں جسموں کی طرف لوٹائے جانے پر ایمان لانا ضروری ہے اور اس پر بھی ایمان لانا لازم ہے کہ قبر میں ایمان و توحید کے بارے میں سوال ہوتا ہے۔

(فوٹو: صفحہ ۶۵، تسکین الصدور، مصنفہ ابوالزاہد سرفراز خان صفدر)

یہ عقیدہ امام ابن تیمیہ، ابن قیم اور اُمت مسلمہ کی اکثریت نے اس لئے اپنایا ہے کہ امام احمد بن حنبل اسی دنیاوی قبر میں مردہ کے زندہ ہوجانے کا عقیدہ رکھتے تھے جیسا کہ مندرجہ بالا فتویٰ سے ثابت ہے۔

(امام ابن تیمیہ حنبلی)

فوٹو: صفحہ ۴۴۶، ۴۴۷

الفتاویٰ الکبریٰ، ابن تیمیہ
جلد ۴، مطبوعہ بیروت

واستفاضت الآثار بمعرفة المیت أهله وبأحوال أهله وأصحابه فی الدنیا وان ذلك یعرض علیه وجاءت الآثار بأنه یری ایضا وبأنه یدری بما یفعل عنده فیسر بما كان حسنا ویتألم بما كان قبیحا وتجتمع أرواح الموتی فینزل الأعلی الی الأدنی لا العكس

ترجمہ: مشہور اور مستفیض احادیث سے ثابت ہے کہ مُردہ اپنے اہل و عیال اور دوستوں کے اعمال کو جانتا ہے جو اُن کو دُنیا میں پیش آتے ہیں اور یہ حالات اس پر پیش کئے جاتے ہیں اور احادیث میں یہ بھی آتا ہے کہ وہ دیکھتا بھی ہے اور جو کچھ اُس کے پاس کیا جاتا ہے اُس کو جانتا بھی ہے۔ اگر وہ کارروائی اچھی ہو تو اس سے وہ خوش ہوتا ہے اور اگر وہ بُری ہو تو اس کو اس سے رنج پہنچتا ہے اور مُردوں کی رُوحیں اجتماعات بھی کرتی ہیں۔ لیکن صرف اعلیٰ رُوحیں ادنیٰ کی طرف نازل ہوتی ہیں اس کے برعکس نہیں۔

(ترجمہ: مولانا سرفراز خان صفدر صاحب)

اِمام ابن قیّم حنبلی

وقد شرع النبی صلی الله علیه واله وسلم لامته اذا سلموا علی اهل القبور ان یسلموا علیهم سلام من یخاطبونه فیقول السلام علیکم دار قوم مؤمنین وهذا خطاب لمن یسمع ویعقل ولولا ذلك لكان هذا الخطاب بمنزلة خطاب المعدوم والجماد والسلف مجمعون علی هذا وقد تواترت الآثار عنهم بان المیت یعرف زیارة الحی له ویستبشر به

ترجمہ: تحقیق کہ آنحضرتؐ نے اپنے اُمتیوں کے لئے یہ مشروع قرار دیا ہے کہ وہ جب اہل قبور کو سلام کریں تو ان سے ایسے انداز سے سلام کریں جیسے مخاطب سے کیا جاتا ہے اور یہ خطاب ان سے ہے جو سُنتے اور سمجھتے ہیں۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو یہ خطاب معدُوم اور جماد سے ہوتا، حالانکہ سلف صالحینؒ کا اسی پر اجماع ہے اور تواتر کے ساتھ ان سے یہ خبریں منقول ہیں کہ مُردہ اس زندہ کو (آواز سے) پہچانتا ہے جو اس کی زیارت کے لئے آتا ہے، اور مُردہ کو اس سے خوشی بھی ہوتی ہے۔

(ترجمہ: مولانا سرفراز خان صفدر صاحب)

(فوٹو: صفحہ ۵، کتاب الروح، مولفہ ابن قیم الحنبلی، مطبوعہ حیدرآباد دکن)

عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب نجدیؒ فرماتے ہیں کہ:۔

والذی نعتقد ان رتبۃ نبینا صلی اللہ علیہ وسلم اعلیٰ مراتب المخلوقین علی الاطلاق وانہ حی فی قبرہٖ حیوٰۃ مستقرۃ ابلغ من حیات الشہداء المنصوص علیہا فی التنزیل اذ ھو افضل منہم بلاریب وانہ یسمع من یسلم علیہ۔

(بحوالہ اتحاف النبلاء ص ۴۱۵ طبع کانپور)

جس چیز کا ہم اعتقاد کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ مطلقاً ساری مخلوق سے بڑھ کر ہے اور آپ اپنی قبر مبارک میں حیات دائمی سے متصف ہیں جو شہداء کی حیات سے اعلیٰ و ارفع ہے جس کا ثبوت قرآن کریم سے ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بلاشبہ شہداء سے افضل ہیں اور جو شخص آپ پر عندالقبر سلام کہتا ہے، آپ اس کو سنتے ہیں۔

(بحوالہ تسکین الصدور، صفحہ ۱۴۳)

بانی مسلکِ اہلحدیث میاں نذیر دہلوی صاحب:

اور یہ قول بھی بالکل غلط ہے، کہ روح مبارک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب گھروں میں اور مقاموں میں گشت اور دورہ کرتی ہے، اس لئے کہ مشکوٰۃ باب الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں حضرت ابن مسعود رضؓ سے مرفوعاً روایت ہے، ان للہ ملائکۃ سیاحین فی الارض یبلغونی من امتی السلام رواہ النسائی والدارمی یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، کہ کچھ فرشتوں کو اللہ تعالیٰ نے اس کام پر تعینات کر دیا ہے، کہ وہ دنیا میں پھرتے رہتے ہیں، جو کوئی شخص میری امت سے میرے اوپر درود و سلام پڑھتا ہے، وہ فرشتے اس درود و سلام کو میرے پاس پہنچا دیتے ہیں اور حضرت ابوہریرہ رضؓ سے مرفوعاً یہ لفظ آئے ہیں، من صلّی علیّ عند قبری سمعتہ ومن صلی علیّ نائیا ابلغتہ رواہ البیہقی فی شعب الایمان یعنی فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کوئی شخص میری قبر کے پاس مجھ پر درود و سلام پڑھتا ہے، اس کو میں خود سن لیتا ہوں، اور جو کوئی شخص دور کا رہنے والا میرے اوپر درود و سلام پڑھتا ہے، وہ میرے پاس پہنچایا جاتا ہے یعنی فرشتے لاتے ہیں، پس اگر روح مبارک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب گھروں اور سب مقاموں میں گشت کرتی ہوتی، تو حدیثوں میں یوں بیان آتا کہ جہاں کہیں میرا ذکر ہوتا ہے، یا درود و سلام پڑھا جاتا ہے میں سن لیتا ہوں یا موجود ہو جاتا ہوں، اور فرشتوں کے پہنچانے کی حاجت نہ ہوتی۔

(فوٹو: فتاویٰ نذیریہ، صفحہ ۷۔۶، جلد اوّل، مطبوعہ اہلحدیث اکاڈمی، لاہور)

نذیر میاں یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر جگہ تو نہیں مگر مدینہ والی قبر میں ضرور حاضر و ناظر ہیں وہاں پڑھے جانے والے درود و سلام کو خود بھی سنتے ہیں اور وہیں زمین میں گردش کرنے والے فرشتے امتّ کا پڑھا ہوا درود و سلام لیجا کر آپؐ پر پیش کرتے ہیں۔

نواب صدیق الحسن خان صاحب (اہلحدیث)

نواب صدیق الحسن خان صاحبؒ لکھتے ہیں:

جملہ اموات از مومنین وکفار در حصول علم شعور وادراک وسماع وعرض اعمال ورد جواب بر زائر برابر اند تخصیص بہ انبیاء و صلحا نیست۔

(دلیل الطالب علی ارجح المطالب ص۸۴۰)

تمام مُردے مومن ہوں یا کافر، حصول علم، شعور، ادراک، سماع، عرض اعمال اور زیارت کرنے والے کے سلام کے جواب لوٹانے میں برابر اور یکساں ہیں۔ ان اُمور کی تخصیص محض حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور صلحاء کے ساتھ ہی نہیں ہے۔

فوٹو: صفحہ ۲۲۱، سماع الموتی
مولفہ سرفراز خان صفدر صاحب

وحید الزمان صاحب (اہلحدیث)

اہل حدیث کے پیشوا حافظ ابن قیم نے صراحتاً سماعِ موتیٰ کو ثابت کیا ہے اور بے شمار حدیثوں سے جن کو امام سیوطی نے شرح الصدور میں ذکر کیا ہے مُردوں کا سماع ثابت ہوتا ہے اور سلف کا اُس پر اجماع ہے صرف حضرت عائشہ سے اُس کا انکار منقول ہے اور اُن کا قول شاذ ہے جیسے معاویہ کا قول کہ معراج ایک خواب تھا۔

فوٹو: لغات الحدیث، جلد۲، صفحہ ۱۶۶ (سم)

پیر جھنڈا بدیع الدین راشدی صاحب (اہلحدیث)

پیر جھنڈا صاحب سماع موتی کے قائلین کی دلیلیں رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:۔

حدیث خفق النعال سے استدلال | اسی طرح خفق النعال والی حدیث سے بھی استدلال کرتے ہیں مگر وہ بھی ان کی دلیل نہیں بنتی کیونکہ یہ حدیث بخاری ص۱۸۷ ج۱ میں اس طرح ہے۔

عن انس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال العبد اذا وضع فی قبرہ وتولی وذھب اصحابہ حتی انہ یسمع قرع نعالھم اتاہ ملکان فاقعداہ فیقولان لہ ما کنت تقول فی ھذا الرجل محمد۔ الحدیث۔

انسؓ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بندہ جب قبر میں رکھا جاتا ہے، اور اس کے دوست واپس پلٹتے ہیں حتی کہ وہ ان کے جوتوں کی آوازیں سنتا ہے، تو دو فرشتے آتے ہیں، اور اس کو بٹھاتے ہیں اور کہتے ہیں اس جوان محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارے میں تو کیا کہتا تھا۔

جواب | یہاں ظاہر ہے کہ ہر وقت مراد نہیں بلکہ اس وقت کو دفن کرنے والے لوٹ رہے ہوں، اور فرشتے اس کو اٹھاتے ہیں تو اس وقت زندہ کیا جاتا ہے، سوال کے لئے اور دوسری جگہ پر براء بن عازب کی حدیث میں روح کے لوٹانے کا صراحۃً ذکر ہے۔

ففی حدیث اصحاب السنن وصححہ ابو عوانۃ وغیرہ وفیہ فتعاد روحہ فی جسدہ فیاتیہ ملکان فیجلسانہ فیقولان لہ من ربک الحدیث وفیہ وان الکافر تعاد فیہ روحہ فی جسدہ فیاتیہ ملکان فیجلسانہ الحدیث۔ کذا فی الفتح ص۲۰۶ ج۳، الحلبی بمصر

اصحاب سنن کی حدیث میں جسے ابوعوانہ وغیرہ نے صحیح کہا ہے اس کی روح جسم میں لوٹائی جاتی ہے دو فرشتے اس کے پاس آتے ہیں اسے بٹھاتے ہیں، اور اسے کہتے ہیں تیرا رب کون ہے الحدیث (اور اس میں ہے) اور کافر کی روح اس کے جسم میں لوٹائی جاتی ہے اس کے پاس دو فرشتے ہیں، آتے ہیں اور اسے بٹھاتے ہیں۔

پس یہ حدیث خارج عن محل النزاع ہے، کیونکہ زندہ کے سننے میں اختلاف نہیں بلکہ بحث اس میں ہے کہ مردہ سنتا ہے یا نہیں اس کے ساتھ اس حدیث کا کوئی تعلق نہیں۔

(فوٹو: صفحہ ۶۱۶، توحید خالص، مولفہ بدیع الدین راشدی صاحب)

پیر صاحب شاید یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ ہر مُردہ اپنی دُنیاوی قبر میں زندہ ہو جاتا ہے اور سننے لگتا ہے، رہا اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ آپؐ قبر والوں کو نہیں سنا سکتے تو شاید اس سے مراد وہ مردے ہیں جو کسی خاص وجہ سے زندہ نہیں ہو پاتے۔